ماہنامہ
نعت
لاہور
اٹک کے نعت گو

جلد ۹ دسمبر ۱۹۹۶ء شمارہ ۱۲

ضلع اٹک کے نعت گو شعرا

ایڈیٹر: راجا رشید محمود

مشیرِ خصوصی: چوہدری رفیق احمد باجوہ ایڈووکیٹ

ڈپٹی ایڈیٹر: شہناز کوثر
اظہر محمود

مینیجر: اختر محمود

قیمت
۱۵ روپے (عام شمارہ)
۶۰ روپے (اشاعتِ خصوصی)
۲۰۰ روپے (زرِ سالانہ)
عرب ممالک کے لیے: ۱۰۰ ریال

پرنٹر: حاجی محمد نعیم کھوکھر، جیم پرنٹرز۔ لاہور
پبلشر: راجا رشید محمود

کمپیوٹر کمپوزنگ: نعت کمپوزنگ سنٹر
خطاط: منظر رقم

بائنڈر: خلیفہ عبدالمجید، بک بائنڈنگ ہاؤس، ۳۸۔ اردو بازار۔ لاہور

اظہر منزل۔ مسجد سٹریٹ نمبر ۵۔ نیو شالامار کالونی۔ ملتان روڈ
لاہور (پاکستان) پوسٹ کوڈ ۵۴۵۰۰
فون ۷۴۶۳۶۸۴
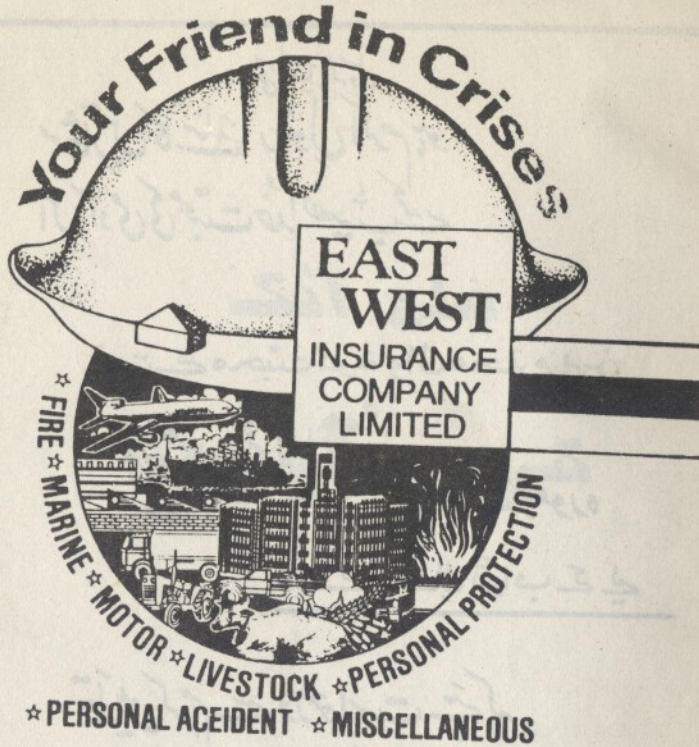
توہینِ رحمتِ ہر عالم {ﷺ} کے مُرتکبین کی دِیدہ دلیری

حضورِ اکرم {ﷺ} کی توہین کے مُرتکب بشیر حسین ناظم کو جو خط مدیرِ "نعت" نے ۳۰ ستمبر ۱۹۹۶ کو بھیجا تھا' اس کا جواب آج (۱۲- نومبر) تک نہیں آیا۔

ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور پہلے ہر ماہ ماہنامہ "نعت" کے دفتر میں موصُول ہوتا تھا' ستمبر اکتوبر ۱۹۹۶ کا مشترکہ شمارہ نہیں آیا۔ محترم ہمایوں سعیدی نے مجھے یہ شمارہ دیا ہے۔ اس میں توہینِ محبوبِ کبریا {ﷺ} کے مُرتکبین نے عجیب کارروائی کی ہے کہ "تصحیح" کے عنوان سے لکھا ہے "سلامِ رِضا کی تضمین "خوانِ رحمت" مؤلفہ جناب بشیر حسین صاحب ناظم ایم اے کے بند نمبر ۱۸ پر' پروف ریڈنگ میں کوتاہی کی وجہ سے چند الفاظ غلط چھَپ گئے ہیں۔ بعض اربابِ علم و فضل اور خود مؤلف گرامی نے نشاندہی کی ہے۔ جن حضرات کے پاس "خوانِ رحمت" موجود ہو تو درستگی (؟) فرمالیں...... کائناتِ صفاو شفا پر درود (ص ۲)

ظالمو! اخبار میں کسی کا نام غلط چھَپ جائے' کوئی نام چھَپنے سے رہ جائے' کسی اشتہار میں غلطی رہ جائے تو اخبار والے معذرت کرتے ہیں۔ تم نے ۱۹۹۳ میں حضورِ اکرم {ﷺ} کی شان میں گستاخی کی۔ انھیں "کائناتِ شقا" کہا (نعوذ باللہ)۔ جولائی ۱۹۹۵ میں منیر الحق کعبی نے اپنی کتاب میں نشاندہی کی۔ بشیر حسین ناظم کعبی کو گالیاں دیتا ہا۔ کعبی کی یہ کتاب اقبال احمد فاروقی بیچتا رہا' لیکن اس پر "جہانِ رِضا" میں تبصرہ کرتے ہُوئے اس کی تنقید کے بارے میں لکھا کہ قابلِ تحسین نہیں ہے۔ (یعنی حضور {ﷺ} کی جو توہین کی گئی ہے' وہ درست ہے' اس پر تنقید کرنا غلط ہے) اب ماہنامہ "نعت" نے اس مسئلے کو چھیڑا ہے تو یُوں اس کی تصحیح چھاپ رہے ہو جیسے حضورِ اکرم {ﷺ} کی توہین کو کسی اشتہار میں ہونے والی غلطی سے بھی کم اہمیت دیتے ہو۔ نہ بشیر حسین ناظم نے توبہ کی ہے' نہ اقبال احمد فارقی نے۔

ظالمو! یاد رکھو! حضورِ اکرم {ﷺ} کی توہین پر تین سال اکڑے رہے ہو' تو اِس معاشرے میں تو شاید تمھیں کوئی نہ پوچھے۔ تمھاری دکانداریاں بھی شاید اِسی طرح قائم رہیں۔ تم میں سے ایک مرکزی مجلسِ رِضا پر قابض ہے' دوسرا نعت خوانی کے ذریعے کما رہا ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت بریلوی کے ماننے والے اور حضورِ اکرم {ﷺ} سے محبّت کے دعویدار تمھیں نہیں پوچھیں گے تو جب قیامت کے دن تم توہینِ رسالت کے اس جُرم پر ماخوذ ہو گے' تمھارے اس اقدام سے صَرفِ نظر کرنے والے بھی نہیں بچیں گے۔ اِن شاء اللہ!

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شعار جس کا ثنائے رسولِ اکرم ہو
اس آدمی کی محبت خدا نصیب کرے

نعت سے محبت کرنے والی محترم بہن

زینت خاتون مرحومہ و مغفورہ

کے ایصالِ ثواب کے لیے

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ
مرحومہ کی بلندیٔ درجات کیلئے دعا کریں

ملک خان محمد

باٹا پور کالونی نمبر ۳
باٹا پور - لاہور -

ضلع اٹک
کے نعت گو شعرا

مرتبہ
سید صابر حسین شاہ بخاری
برہان شریف (ضلع اٹک)

فہرست

✵✵✵

آسؔ، سعادت حسن

جناب سعادت حسن آسؔ ۱۵ اکتوبر ۱۹۵۲ء کو اٹک شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اٹک اور بنّوں میں حاصل کی۔ واپڈا میں ملازمت کر رہے ہیں۔ ان کے دو نعتیہ مجموعے "آقا ہمارے ﷺ" اور "آس کے پھول" زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ (۱)

پروفیسر کرم حیدری ان کی نعتیہ شاعری کے بارے میں کہتے ہیں۔ "محبّت اور عقیدت کے جذبات مل کر ان کے الفاظ کو حُسن اور ترتیبِ الفاظ کو حُسنِ کلام بنا دیتے ہیں"۔ (۲)

مُنوّر ہاشمی کہتے ہیں۔ "سعادت حسن آسؔ نے جذبوں کی صداقت اور عقیدت کی گہرائی کو لفظوں کی شکل دی ہے"۔ (۳)

نمونۂ کلام یہ ہے:

الفاظ اُن کی مدح کے لاؤں کدھر سے مَیں!
جن کے لیے وجود میں لائے گئے جہاں!
محبوبِ کردگار شہِ دوسرا ﷺ ہیں آپ!
مَیں خاکِ گردِ راہ، مَیں عاصی، مَیں ناتواں
ان کی نگاہِ فیض سے ہمّت قلم نے کی
ورنہ وہ بے نظیر کہاں اور مَیں کہاں
نس نس میں آدمی کی مُنوّر ہے تیری ذات
تُو رونقِ بہارِ گُلستانِ لامکاں! (۴)
اپنی تقدیر پہ وہ لفظ ہے نازاں کتنا

نعتِ آقا ﷺ کے لیے جو بھی قلم تک پہنچا
خاک جس جس کے بھی چہرے پہ مدینے کی پڑی
وُہی گُل ہو کے اَمر باغِ ارم تک پہنچا
آپؐ کی عمر کا گزرا ہے جو اک اک لمحہ
ڈھل کے قرآن کی صورت میں وہ ہم تک پہنچا
میں نے محسوس کیا جب بھی کوئی نعت کہی
آسؔ ہر شعر مرا شاہِ امم ﷺ تک پہنچا (۵)

حواشی

(۱) یہ معلومات صلاح الدین واحد رضوی کی وساطت سے حاصل ہوئیں
(۲) سعادت حسن آسؔ۔ آسؔ کے پھول۔ مطبوعہ راولپنڈی۔ ۱۹۹۰۔ ص ۱۳
(۳) آس کے پھول۔ آخری سرورق
(۴) سعادت حسن آسؔ۔ آقا ہمارے۔ مطبوعہ اٹک۔ ۱۹۸۲ء۔ ص ۵۹، ۶۰
(۵) سعادت حسن آس۔ آس کے پھول۔ مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۹۰ء۔ ص ۸۵، ۸۶

آغاؔ، شہباز علی خان

آغا شہباز علی خان ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء کو حضرو میں پیدا ہوئے۔ والد عطر الدین خان نے ان کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجّہ دی۔ آغا نے علم تاریخ و انساب کا شوق اپنے نانا فقیر محمد پوپل زئی سے ورثہ میں پایا۔ پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ ایک نایاب کُتُب خانہ کے مالک ہیں۔

میر ببر علی انیسؔ کی شاعری کے مدح خواں ہیں۔ دو مجموعہ ہائے کلام "بُتانِ کاشی" اور "رقصِ بسمل" زیرِ ترتیب ہیں (۱)۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

صد آفریں کہ لب ہوئے وقفِ ثنا گری

عاصی ہے بارگاہِ رؤف و رحیم میں
مجھ کو غزل نے کر دیا برباد دوستو
کٹتی یہ عُمر نعتِ رسولِ کریم [ﷺ] میں (۲)

حواشی

○ (۱) (الف) محمد روح اللہ خان' حاجی۔ ارمغانِ ہجھ۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۲۳ / (ب) سکندر خان۔ دامنِ اباسین مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء۔ ص ۳۸۴
○ (۲) ارمغانِ ہجھ۔ ص ۱۲۶' ۱۲۷

اخترؔ شادانی' محمد اذکار الحق صدیقی

۲۸ صفر المظفر ۱۳۲۸ھ / ۳ مارچ ۱۹۱۰ء کو رُہتک میں پیدا ہوئے۔ شجرۂ نسب حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ اسی لیے صدّیقی کہلاتے ہیں۔
ان کے والد مولانا محمد اسرار الحق صدیقی کو سفیر کابل نے "طوطیٔ ہند" کا لقب عنایت کیا تھا۔

۱۹۳۵ء میں رہتک سے ہجرت کر کے کراچی آ گئے۔ ۱۹۵۵ء میں وفات پائی۔
محمد اذکار الحق صدیقی نے ابتدائی دینی تعلیم رُہتک کے حافظ محمد یُوسُف سے حاصل کی۔ رُہتک سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ میو سکول آف آرٹ لاہور سے کارپنٹری کا ڈپلومہ لیا۔ ۱۹۳۳ء میں دار العلوم السنۂ شرقیہ لاہور سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۵ء سے مختلف سکولوں میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۵۲ء میں پائیلٹ سیکنڈری سکول' اٹک سے ریٹائر ہوئے۔
انھوں نے غزل گوئی میں شادآں بلگرامی اور نعت گوئی میں اپنے والد مولانا محمد اسرار الحق صدّیقی سے اصلاح لی ہے۔ تخلّص اخترؔ اختیار کیا ہے اور غالباً" شاداں بلگرامی کی نسبت سے شادانی کہلاتے ہیں۔
حجِ بیتُ اللہ شریف اور زیارتِ روضۂ رسول [ﷺ] سے مُشرف ہو چکے

ہیں۔ دیارِ حبیب [ﷺ] میں ساڑھے چار مہینے تک قیام کرنے کا بھی شرف حاصل ہُوا ہے۔
نمونۂ کلام یہ ہے: (۱)

پائندہ و تابندہ تری راہ گزر ہے
یہ کاہ کشاں ہے کہ تیری گردِ سفر ہے
محبُوب و محب میں نہ رہا فاصلہ باقی
باتیں ہُوئیں کیا' کس کو بھلا اُن کی خبر ہے

محفلِ میلاد میں اُن کے ثنا خواں آ گئے
کاروانِ معرفت کے سب حُدی خواں آ گئے
سمجھا عاشق نے گُلِ تر باغِ جنّت کا اُنھیں
راہِ طیبہ میں اگر خارِ مغیلاں آ گئے
پھر دلوں میں گنبدِ خضریٰ کا نقشہ پھر گیا
پھر لبوں تک آستاں بوسی کے ارماں آ گئے (۱)

حاشیہ

○ (۱) نذر صابری: طرحی نعتیہ مشاعرے۔ مطبوعہ اٹک۔ ۱۹۹۴ء۔ ص ۱۹

ارشدؔ' محمد ارشد

پروفیسر محمد ارشد ۱۹۵۲ء میں حسن ابدال (اٹک) میں پیدا ہوئے۔ آباؤ اجداد کوئی تین نسلیں پہلے' کشمیر سے ہجرت کر کے ضلع اٹک میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔
انھوں نے بی۔ اے کے امتحان میں پنجاب یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ ایم ایس سی (تاریخ) کا امتحان قائدِ اعظمؒ یونیورسٹی اسلام آباد سے پاس کیا۔ اس

میں بھی پہلی پوزیشن حاصل کی۔

راقم کے ایک سوال کے جواب میں انھوں نے بتایا کہ وہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رِضا بریلوی کے علاوہ مولانا حسن رِضا بریلوی اور محسن کاکوروی کے نعتیہ کلام سے متاثّر ہیں۔

حسن ابدال میں فروغِ نعت کے سلسلے میں ان کی خدمات نمایاں ہیں۔ ان کے دوست ممتاز بخت جو خوش الحان نعت خوان تھے، وہ اکثر محفلِ میلاد میں انھی کی نعتیں پڑھتے تھے۔

تحریکِ ختمِ نُبُوّت میں بھی ولولہ انگیز نظمیں اور نعتیں لکھ کر اپنے دوست ممتاز بخت کے حوالے کرتے۔ وہ خوش الحانی سے اجتماعات میں پڑھتے تھے۔

گزشتہ گیارہ سال سے شعبۂ تدریس سے منسلک ہیں۔ آج کل کیڈٹ کالج حسن ابدال میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

آپ ﷺ مجبور کو شاہوں سے ملانے والے
آپؐ مغرور کو خاطر میں نہ لانے والے
آپ کمزور کی امداد کو آنے والے
آپ مظلوم کو ظالم سے چھُڑانے والے
گو خطا کار ہوں ارشد پہ ہے نسبت اُن سے
جو ہیں دشمن کو بھی کملی میں چھُپانے والے

بہار جوبن دکھا رہی ہے، کلی کلی مُسکرا رہی ہے
صبا گُلوں کو بھی "اِترا" قدم قدم پر بچھا رہی ہے
نثار بُلبُل بھی ہو رہا ہے تو جان قمری لٹا رہی ہے
ہوائیں مستی میں جھومتی ہیں، فضا ترانے سنا رہی ہے

نرالی شانِ مہِ یمانی، نہ ربِّ اَرِنی نہ لَن ترَانِی
عجب سماں ہے صدا برابر جو "اُدنُ مِنّی" کی آ رہی ہے
یہی تو شب تھی کہ لامکاں پر عطا ہوئی تھی دَنا کی رفعت
اسی خُوشی میں تو ساری اُمّت یہ جشنِ اِسریٰ منا رہی ہے
یہ سچ ہے ارشد خدا ہے مُعطی، یہ بات حق ہے نبیؐ ہیں قاسم
انھی سے مانگو کہ ان کی عادت ہمیشہ جُود و سخا رہی ہے (۱)

حاشیہ

(۱) جملہ کوائف اور نعتیہ کلام، پروفیسر موصوف سے راقم نے براہِ راست حاصل کیا ہے۔

اسد، خواجہ محمد خان حضروی

خواجہ محمد خان اسد حضرو کے معروف قبیلہ علی زئی کے عطا محمد خاں عطا کے ہاں ۵ دسمبر ۱۹۱۹ء کو پیدا ہوئے۔ تین برس کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ تایا حاجی دوست محمد خان (سپرنٹنڈنٹ پولیس) نے ان کی تربیت کی۔ مڈل اور میٹرک کے امتحانات حضرو سے نمایاں پوزیشن میں پاس کیے۔

تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں اسد حضروی کو متعدّد بار جیل بھی جانا پڑا۔ بمبئی، لکھنؤ، دہلی، اجمیر شریف سے ہوتے ہوئے اعظم گڑھ گئے جہاں سیّد سلیمان ندوی اور مولانا معین الدین ندوی سے اکتسابِ فیض حاصل کیا۔ ندوہ کی لائبریری سے خُوب استفادہ کیا۔ وطن واپس آ کر حضرو میں لائبریری کی بُنیاد رکھی جسے بعد میں "میرا کتب خانہ" کا نام دیا گیا۔ یہ کتُب خانہ نادر کتب، قلمی نسخوں اور خطوط پر مشتمل ہے جن کی تعداد دس ہزار سے بھی زائد ہے۔

ان کے ہاں بڑے بڑے سکالر استفادہ کے لیے آتے تھے۔ عادت تھی کہ اس وقت تک کھانا نہ کھاتے جب تک کوئی دوسرا آدمی ساتھ نہ ہوتا۔ مُتقی اور عبادت

گُزار تھے۔ کبھی تہجّد کی نماز قضا نہ کی۔

یہ کتابیں ان کی یادگار ہیں:

(۱) اورنگ زیب عالمگیر (۲) تاریخ علی زئیاں چھچھ (۳) حدیثِ دل (مجموعۂ کلام) (۴) مقالاتِ اسدؔ (مرتّبہ راشد علی زئی)۔

کم سنی میں مولانا ظفر علی خاں جیسی شخصیات کی صحبت سے فیض یاب ہوئے تھے جو اکثر حضرو تشریف لایا کرتے تھے۔ مولانا ظفر علی خاں نے ان کے لیے اسدؔ تخلّص تجویز کیا۔ عشقِ رسول {ﷺ} کا یہ عالم تھا کہ اکثر مشاعروں میں غزل کے طرحی مصرع پر بھی نعتِ رسول {ﷺ} ہی کہتے تھے۔ اکثر یہ شعر وردِ زبان رکھتے تھے۔

دہلیزِ مصطفیٰ {ﷺ} سے مِرا سر لگا رہے
طالب نہیں مَیں جنّت و حُور و قصُور کا

انتقال سے چار ماہ قبل لکھی گئی دو نعتوں سے آخری دو شعر ملاحظہ فرمائیں۔

پھر درِ کعبہ پہ سر اپنا جُھکا ہے اے اسدؔ
مُصطفیٰ {ﷺ} کا پھر مِرے ہاتھوں میں دامن آ گیا

اسدؔ ہے وردِ زباں اب تو بس درود و سلام
یہ زادِ راہ ہے مجھ ایسے بے نوا کے لیے

ایک نعت کے دو شعر دیکھیے:

مدینہ میں مجھ کو بُلا میرے آقا {ﷺ}
ہے مسموم ساری فضا میرے آقا {ﷺ}

جُدائی میں تیری تڑپتا ہوں ہر دم
مجھے رُوئے انور دکھا میرے آقا {ﷺ}

۱۹۸۰ء میں اپنی زمین کا کچھ حصّہ بیچ کر حج کو چلے گئے۔ روانگی کے روز بہت سے ساتھی سٹیشن تک آپ کو الوداع کہنے گئے تو اُن سے کہا۔ "خدا مجھے واپس نہ لائے اور میں وہیں حُجّاج کے پاؤں تلے روندا جاؤں"۔

حاجی محمد صفدر مرحوم کہتے ہیں کہ میں حج کے اس سفر میں خواجہ محمد خاں اسدؔ کے ہمراہ تھا۔ اُن کی دینی تعلیم اور تاریخ سے واقفیّت کا اندازہ مکّہ مکرّمہ پہنچ کر ہُوا گویا وہ تو تاریخ کے انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ ہمیں مُعلّم کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ جب مدینہ شریف کو روانگی کا وقت آیا تو ان کی حالت دیدنی تھی' بار بار فرماتے تھے کہ وہ گھڑی کب آئے گی جب آقائے نامدار {ﷺ} کے روضۂ انور کی زیارت نصیب ہو گی۔ وہاں پہنچے تو عجیب کیفیّت میں رہے۔ مدینۂ طیّبہ میں مَرنے اور دفن ہونے کی دعائیں کرتے رہے۔

جس روز مدینۂ پاک سے سوزوکی پر بیٹھ کر روانہ ہُوئے تو نظریں گُنبدِ خضریٰ سے نہیں ہٹتی تھیں اور جُدائی میں اس قدر روئے کہ ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

مکّہ مکرّمہ واپس آئے تو دوسرے دن غارِ حرا کی زیارت کا پروگرام بن گیا۔ دوستوں نے عرض کی کہ راستہ بہت پیچیدہ ہے لٰہذا آپ نہ چلیں۔ لیکن اس عاشقِ صادق نے دوستوں کو غصّے سے گھورا اور فرمایا کہ تم مجھے اس جگہ کی زیارت سے محروم کرنا چاہتے ہو جس کو آقائے نامدار {ﷺ} کے سجدوں کا شرف حاصل ہُوا ہے۔ بہرکیف آپ نے غارِ حرا کی زیارت کی۔ واپسی کے لیے مُڑے تو ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں۔ ساتھی سے کہنے لگے' مجھے بٹھا دو۔ اس کے بعد کہا کہ مجھے نظر نہیں آ رہا ہے۔ ہمراہی نے فوراً آپ کو لِٹا دیا تو رُخ خانہ کعبہ کی طرف کر لیا اور زیرِ لب کلمہ پڑھتے ہُوئے اپنے رب سے جا ملے۔

بیتُ اللہ شریف میں نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور جنّتُ المَعلیٰ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

کیف کا عالَم ہر اک سُو صحنِ دل پر چھا گیا
بیٹھے بیٹھے آج یہ کس کا تصوُّر آ گیا

میری نظروں میں مے و مِینا تو اب جچتے نہیں

ساقیٔ کوثر {ﷺ} سے مجھ کو جام وہ بخشا گیا
پھر درِ کعبہ پہ سر اپنا جُھکا ہے اے اسدؔ
مُصطفیٰ {ﷺ} کا پھر مِرے ہاتھوں میں دامن آ گیا

جہاں میں آیا ہوں مَیں ذکرِ مُصطفیٰ {ﷺ} کے لیے
خُدائے پاک نے بخشی زباں ثنا کے لیے
اسدؔ ہے وردِ زباں اب تو بس درود و سلام
یہ زادِ راہ ہے مجھ ایسے بے نوا کے لیے

اصغؔر بریلوی، محمد سعید خان دُرّانی

محمد سعید خان دُرّانی ۱۴ شعبان المعظم ۱۳۲۶ھ بروز جمعۃ المبارک کو بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبدالرشید خان دُرّانی بریلی کے معروف ٹھیکیدار تھے۔ اصغؔر بریلوی محکمہ ڈاک میں اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر رہے۔

۱۹۲۸ء میں آغازِ سُخن کیا اور اصغؔر تخلّص اختیار کر لیا۔ شاعری میں استاد مرزا سعادت یار بیگ معجؔز ہیں۔ پاکستان بنا تو پنجاب کے ضلع اٹک میں رہائش پذیر ہو گئے۔ یہاں مختلف ادبی انجمنوں اور محفلوں کے روح و رواں رہے۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۴ء تک میلادِ مدنی پارٹی اٹک کے صدر رہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے عوامی شاعر کا خطاب بھی دیا۔ جناب عبدالعزیز ساؔجد اور ارشد محمود ناشؔاد نے ان کے کلام کا انتخاب "خونابۂ دل" کے نام سے مرتّب کیا ہے جو اشاعت کے مراحل میں ہے۔

چند منتخب نعتیہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں۔

اصغؔر کے پاس کچھ نہیں گو مال و زر مگر
ہے خوش نصیب دل میں محبت ہے آپ {ﷺ} کی
سیماب سا پھڑکتا ہے فُرقت میں رات دن

حالت ہے اب تو غیر دلِ ناصبور کی
عاصی کو اپنے در پہ بُلا لیجیے حضور {ﷺ}
حالت ہے میری جیسے قفس میں طیور کی

عیدِ میلاد ہے رحمت کی گھٹا چھائی ہے
ہر طرف نور برستا ہے، بہار آئی ہے

حق نے میرے مصطفیٰ {ﷺ} کو خود بُلایا عرش پر
اپنا جلوہ بھی دکھایا، جلوہ دیکھا یار کا
آنکھیں تلووں سے مَلیں بیدار کرنے کے لیے
یہ ادب جبریلؑ کرتے ہیں مِرے سرکار {ﷺ} کا

جز آپؐ کے کنارے لگائے گا اس کو کون
طُوفاں ہے زور پر، مِری کشتی بھنور میں ہے
آئی ہے بوسہ لے کے یہ زُلفِ رسول {ﷺ} کا
خوشبو جو عطر کی سی نسیمِ سحر میں ہے
گر ہے لقائے رب کی تمنّا تو میری سُن
جلوہ نما وہ ذات ہی خیر البشر {ﷺ} میں ہے
مانے نہ مانے کوئی، یہ اصغؔر ہے اپنا حال
کعبے کو جا رہا ہوں، مدینہ نظر میں ہے (۱)

حاشیہ

○ ماخذ: (۱) پندرہ روزہ جذبہ گجرات۔ جون ۱۹۸۸ء (اصغؔر بریلوی سے انٹرویو از ارشد محمود ناشاد)۔
○ (۲)۔ خونابۂ دل (زیرِ طبع) انتخاب کلام اصغؔر بریلوی مرتّبہ عبدالعزیز ساجد و ارشد محمود ناشاد۔
○ (۳)۔ ارشد محمود ناشاد اور عبدالعزیز ساحؔر سے راقم کی زبانی گفتگو۔
○ (۴)۔ مجلّہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۸ء

اظفرؔ، اظفر حسین خان

اظفر حسین خان اظفرؔ اکتوبر ۱۸۹۹ء میں حصار میں علی بخش خان کے ہاں پیدا ہوئے۔ پٹھانوں کے قبیلہ یُوسُف زئی سے تعلّق رکھتے ہیں۔ گورنمنٹ ہائی سکول حصار سے ۱۹۱۳ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۱۵ء میں حصار میں ملازمت اختیار کر لی اور ۲۰ سال تک تحصیل داروں کی عدالتوں کے ریڈر رہے۔

۲۶ مارچ ۱۹۳۸ء کو ہندوؤں نے منصُوبہ بندی کے تحت حصار کے پٹھانوں پر حملے شروع کر دیئے۔ دفاع میں پٹھانوں نے بھی کئی ہندوؤں کو واصل جہنّم کیا۔ اس ہنگامے میں اظفر حسین بھی ماخوذ ہوئے۔ لیکن سیشن جج کی عدالت نے بَری کر دیا۔ انھوں نے جیل میں یہ دعا مانگی کہ میں بَری ہو گیا تو حج بیتُ اللہ اور زیارتِ روضۂ رسول (ﷺ) کروں گا۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۳۸ء کو سفرِ حرمین شرفین کے لیے روانہ ہو گئے۔ واپسی پر انھیں افسرمال کا ریڈ مقرر کیا گیا۔ ۱۹۴۳ء میں ریٹائر ہوئے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان قائم ہُوا تو ہندوُ مُسلم فسادات عروج پر پہنچ گئے۔ اظفر حسین عیدُ الفطر کے اگلے روز ۱۹، اگست ۱۹۴۷ء کو حصار کو خیر آباد کہ کر اپنی اولاد سمیت کیمبلپور (اب اٹک) میں آ گئے۔

دورانِ تعلیم ہی شعرو سُخُن کی مشق شروع کر دی تھی، بیخوؔد دہلوی کے جانشین اور مرزا داغؔ دہلوی کے شاگرد عبدالغفار قیصرؔ نے آپ کی رہنمائی کی۔ پہلے مضطرؔ تخلُّص کرتے تھے لیکن بعد میں اظفرؔ ہی کو تخلُّص کے طور پور استعمال کرنے لگے۔ انھوں نے حصار میں بزمِ سخن کی بنیاد رکھی تھی جس کے زیرِ اہتمام مہینے دو مہینے بعد مشاعرے ہوتے تھے۔

کیمبلپور (اٹک) میں آنے کے بعد فوری طور پر یہاں بھی اظفرؔ نے بزمِ سُخُن قائم کی اور اس کے زیرِ اہتمام مشاعرے کروائے۔ ان کی نعتیں مُحبّتِ رسول (ﷺ) سے لبریز ہیں۔ ہجرت کے دوران آپ کا کافی کلام فسادات کی نذر ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود ایک مجموعۂ کلام آپ کے فرزند اکبر یُوسُف زئی کے پاس موجود ہے۔ وہ اسے

شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اظفر حسین ۱۵، رمضان المبارک کو سحری کے وقت (۱۹۶۳ء میں) اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

ہُوئی جلوہ نما شانِ محمد (ﷺ) تیری وحدت میں
بنایا تو نے یا رب جب اُنہیں یکتا رسالت میں
مجسّم نُور ہو جو شے، بھلا وہ کیا نظر آئے
کہ ہوتا ہی نہیں ہے نور کا سایہ حقیقت میں
دھجّیاں دامن ہُوا ہے المدد یا مُصطفیٰ (ﷺ)
پاؤں تک اب تو مسلماں کے گریباں آ گئے
شور ہے صَلِّ عَلیٰ کا عاصیانِ حشر میں
وہ محمد (ﷺ) آ گئے وہ ظِلِّ سُبحاں آ گئے
رحمتُ للعالمیں (ﷺ) کے فیض سے بخشے گئے
سایۂ دامن میں جو بھی چاک داماں آ گئے
آنکھ کی پُتلی نے تصویرِ محمد (ﷺ) کھینچ لی
میمِ احمد (ﷺ) میں سمٹ کر دل کے ارماں آ گئے
کس قدر ہے آستانے کی بلندی یا نبی (ﷺ)
لو وہ جبریلِ امیںؑ بھی بن کے درباں آ گئے (۱)

حاشیہ

○ (۱) مجلّہ اٹک فیسٹیول ۱۹۹۲ء۔ حصہ سبدِ گل۔ ص ۴، ۵

افضلؔ، ماسٹر عبداللہ خان

ماسٹر عبداللہ خان ابنِ امیر خان اٹک کے معروف علاقہ چھچھ کے موضع جلال

پور میں پیدا ہوئے۔ ۵ نومبر ۱۸۹۴ء کو پرائمری کا امتحان پاس کیا۔ پہلے پٹواری بنے، بعد میں ۳۱ جنوری ۱۹۰۸ء کو موضع ہارون میں اوّل مدرّس مقرر ہوئے۔ پہلے تخلص ابتر اور بعد میں افضل اختیار کر لیا تھا۔ ۱۹۷۰ء میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

غم ان کی جدائی کا مجھے شام و سحر ہے
طیبہ کا جو سورج ہے، وہ بطحا کا قمر ہے
ہیں شافعِ محشر وہ شہنشاہِ دو عالم ﷺ
امت کو بھلا کس لیے محشر کا خطر ہے
ہے سورۂ والیل میں گر زلف کی تعریف
والشمس میں تعریف رخِ خیرِ بشر ﷺ ہے
لولاک لما حق نے کہا شان میں جس کی
وہ ختمِ رسل ہے، وہ شہِ جنّ و بشر ﷺ ہے (۱)

حاشیہ

(۱) سکندر خان: دامنِ اباسین۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء۔ ص ۳۵۳

اقدسؔ، محمّد ظہور علی شاہ

چورہ شریف کے مشائخِ کرام کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ تصوّف کے میدان میں ان کی خدمات اظہر من الشّمس ہیں۔ معروف نعت گو حافظ پیر محمد ظہور علی شاہ اقدسؔ خانوادۂ چورہ شریف ہی کے گلِ خنداں تھے۔ گیارہ برس کی عمر میں انھوں نے راہِ نعت اختیار کر لی تھی۔ اپنے نعتیہ دیوان "طلعَ البدرُ" کے انتساب میں اس حقیقت کو آشکار کیا ہے۔

حافظ مختار احمد (ایم اے علومِ اسلامیہ جامعہ پنجاب) ان کے دیوان کے بارے

میں یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں۔ "خیالات کی نُدرت و رفعت، استعارات کی جدّت و لطافت، صنائع و بدائع پر قُدرت، صنعت گری کے ساتھ ساتھ برجستگی و اثر آفرینی ان کی شاعری میں آمد کا پتا دیتی ہے۔ ان کی نعت میں سنجیدگی، وقار، شیفتگی و وارفتگی کے ساتھ عقائد میں اعتدال پسندانہ رویّہ اس بات کا شاہد ہے کہ آپ کا نعتیہ کلام غُلو سے پاک ہے"۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری "طلعَ البدر" کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "اس مختصر سے نعتیہ دیوان میں عشق اپنے تمام رویّوں میں، محبّت اپنی تمام نیاز مندیوں میں اور حُسنِ ازل اپنی تمام رعنائیوں، دل آویزیوں اور جلوہ سامانیوں کے ساتھ عیاں اور آشکارا نظر آرہا ہے" (۲)۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

دولت ہے دل میں الفتِ خیرُ الانام ﷺ کی
اب مجھ کو کچھ خبر نہیں اپنے مقام کی
ٹکڑے کیے ہیں چاند کے، سورج پلٹ گیا
عظمت ہے کیا حضور علیہِ السّلام کی
آدمؑ کی توبہ ہو کہ سفینہ ہو نوحؑ کا
رکھ لی ہے لاج حق نے محمد ﷺ کے نام کی
ہے گونج ان کے نقشِ قدم کی زمین پر
اور عرش پر بھی دُھوم ہے ان کے خرام کی
اللہ کے ساتھ نامِ محمد ﷺ ہے ہر جگہ
رفعت ہے کس قدر مرے آقا ﷺ کے نام کی
سارے نبیؑ ہیں چاند مگر چاند ناتمام
کیا بات ہے مدینہ کے ماہِ تمام ﷺ کی
اقدسؔ سفر مدینے کا ہے، سر کے بل چلو

اور لب پہ ہوں صدائیں درود و سلام کی (۳)

جب بھی شہِ کونین [ﷺ] ترا نام لیا ہے
گرنے نہ دیا تُو نے ہمیں تھام لیا ہے
مخمُور جسے پی کے ہُوئے بُوذرؓ و سلمانؓ
پھر تیرے فقیروں نے وہی جام لیا ہے
دامن ترا چھوڑا، نہ گلی سے تری اُٹھے
دیوانگی میں عقل سے کچھ کام لیا ہے
لوٹایا ہے سُورج کو، کیے چاند کے ٹکڑے
سرکار [ﷺ] نے انگلی سے عجب کام لیا ہے (۴)

محسنِ انسانیت تھا، وہ عظیم انسان تھا
اس عظیم انسان کا ہم پر عظیم احسان تھا
سورۂ "والّیل" تھی ان کی شبِ غم کی گواہ
"والضّحیٰ" ان کے جمالِ صُبح کا عنوان تھا
سادگی پر اُن کی حیراں تھے سلاطینِ جہاں
تخت تھا ان کی چٹائی، جھونپڑا ایوان تھا
رہبرِ انسانیت بدُّو عرب کے بن گئے
کام یہ مشکل، نبی [ﷺ] کے واسطے آسان تھا
(۵)

حواشی

○ (۱) محمد ظہور علی شاہ اقدس، پیر: طلع البدر۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۷ء۔ ص ۱۵
○ (۲) ایضاً۔ ص ۹
○ (۳) ایضاً۔ ص ۲۵
○ (۴) ایضاً۔ ص ۷۶

○ (۵) ماہنامہ "نعت" لاہور۔ مارچ ۱۹۹۶ء۔ اشاعتِ خصوصی بعنوان "اردو شاعری کا انسائیکلوپیڈیا"۔ حصّہ اول۔ ص ۷۰

اندازؔ انبالوی، عبدُالحمید

اصل نام عبدالحمید اور قلمی نام اندازؔ انبالوی ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد انبالہ کو خیرباد کہہ کر کیمبلپور (موجودہ اٹک) میں آ گئے۔ اُردو بازار اٹک میں پینٹر کی دکان کرتے تھے۔ ۱۹۵۷ء اور ۱۹۵۸ء میں محفلِ شعرو ادب اٹک کے طرحی نعتیہ مشاعروں میں شرکت کرتے رہے۔ اس کے بعد ناگزیر وجوہ کی بنا پر کراچی چلے گئے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

طوفان بیکراں ہے تلاطُم ہے پُرخطر
ایسے میں کشتیوں کا سہارا تمھی تو ہو

عشق اور حُسن کے جلوے ہیں عیاں آج کی رات
بُقعۂ نُور ہوئے کَون و مکاں آج کی رات
کتنے ہی شام و سحر عشق میں گزرے لیکن
عالمِ حُسن کا پایا ہے نشاں آج کی رات
بحرِ عصیاں کے تلاطُم کا خطر تھا اندازؔ
مل گئی اُمّتِ عاصی کو اماں آج کی رات
(۱)

حاشیہ

○ (۱) نذر صابری: طرحی نعتیہ مشاعرے۔ حصّہ اول۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۹۴ء۔ ص ۱۱، ۱۴

انوارؔ فیروز

اصل نام انوار احمد خان اور قلمی نام انوارؔ فیروز ہے۔ ۵ جون ۱۹۳۸ء کو قبیلہ

یوسف زئی کے اظفر حسین اظفر کے ہاں حصار (مشرقی پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر میں ہی حاصل کی۔ قیامِ پاکستان کے وقت اپنے والد کے ہمراہ ۱۹۴۷ء میں کیمبلپور (موجودہ اٹک) میں آ بسے۔

۱۹۵۹ء میں اٹک شہر سے بی اے کا امتحان دیا۔ دسمبر ۱۹۵۹ء میں افسر تعلقاتِ عامہ ایچ لیڈ ہری پور ہزارہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۲ء میں روزنامہ تعمیر راولپنڈی میں چیف رپورٹر ہو گئے۔ ۱۹۶۶ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے (اردو) کا امتحان پاس کیا۔

۱۹۸۷ء میں جنرل محمد ضیاء الحق (سابق صدرِ پاکستان) کے ساتھ ترکی اور سعودی عرب کا دورہ کیا۔ عُمرہ ادا کیا اور روضۂ رسول (ﷺ) کے اندر حاضر ہونے کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوئے۔

۲۶ دسمبر ۱۹۷۵ء سے روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی میں کام کر رہے ہیں۔ نعت گوئی ورثہ میں ملی ہے۔ اپنے والد اظفر حسین اظفر ہی سے اصلاح لیتے رہے۔ پنجابی اور اردو دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

مدینے کی جھلک مجھ کو دکھا دو یا رسولَ اللہ (ﷺ)
مرے تاریک دل کو جگمگا دو یا رسولَ اللہ (ﷺ)

بھنور میں بحرِ عصیاں کے، پھنسی ہے کب سے بے چاری
مری کشتی کنارے سے لگا دو یا رسولَ اللہ (ﷺ)

اندھیروں میں بھٹکتا ہوں، مجھے بھی روشنی دے دو
مری بگڑی ہوئی قسمت بنا دو یا رسولَ اللہ (ﷺ)

دُعا منظور ہو میری، مدینے آؤں میں اک دن
نویدِ حاضری مجھ کو سنا دو یا رسولَ اللہ (ﷺ)

تڑپ دیدار کی انوار ہے دل میں مرے کب سے
ازل کی پیاس ہے، اس کو بجھا دو یا رسولَ اللہ (ﷺ)

دلوں میں عشقِ محمد (ﷺ) جو لے کے آئے ہیں
وہ دو جہاں کے خزانے سمیٹ لائے ہیں

بھٹک رہے تھے اندھیروں میں روشنی کے لیے
حضور (ﷺ) سب کے لیے آفتاب لائے ہیں

سنوار ڈالا ہے جس نے ہماری ہستی کو
وہ انقلاب رسالت مآب (ﷺ) لائے ہیں

ترا سہارا ہے، محشر کا خوف کیوں ہو گا
ہمارے سر پہ تری رحمتوں کے سائے ہیں

سکھائے جینے کے آداب جس نے دنیا کو
حضور (ﷺ) ایسی منور کتاب لائے ہیں

ہمیں یقیں ہے کہ محشر میں بخشے جائیں گے
درِ رسول (ﷺ) سے انوار ہو کے آئے ہیں

بسمل، سلطان محمود

سردار سلطان محمود بسمل تحصیل فتح جنگ کے موضع پنڈ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق معزز قبیلہ کھٹڑ سے ہے۔ انھوں نے سرکارِ دو جہاں باعثِ کون و مکاں حضرت محمدِ مصطفیٰ (ﷺ) کی شان میں نعتیں لکھنے کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ آج کل تحصیل جنڈ میں بطور نائب تحصیلدار عُشر و زکوۃ تعینات ہیں۔ قطعات، رباعیات اور غزلیات کا مجموعہ "ساغرِ سم" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ (ا)

نمونۂ کلام یہ ہے:

گیسو ہیں کہ خوشبو سے معطر ہیں گھٹائیں
چہرہ ہے کہ تابندہ کوئی ماہ مبیں ہے

کیا ارفع و اعلیٰ ہے مقامِ شہِ والا ﷺ
جُھکتی درِ اقدس پہ فرشتوں کی جبیں ہے
کرتے ہیں ملائک بھی شب و روز سلامی
کہتے ہیں کہ یہ بارگہِ خسروِ دیں ﷺ ہے (۲)

حواشی

○ (۱) مجلہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۷ء۔ حصہ سبزِ گل۔ ص ۱۳
○ (۲) مجلہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۷ء۔ ایضاً۔ ص ۲

تائبؔ رضوی

اصل نام سیّد عنایت علی شاہ ہے۔ والد کا نام سیّد ہدایت شاہ تھا۔ ولادت ۱۹۳۴ء میں موضع شاہ پور غربی چھچھ میں ہوئی۔ امام نعت گویاں اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں محدّث بریلوی قدّس سرّہٗ سے عقیدت و محبّت کی بنا پر رضوی کہلائے۔ قلمی نام حکیم سید تائبؔ رضوی ہے۔ اپنا گھر چھوڑ کر لاہور چلے گئے اور ٹاؤن شپ کے ایک معمولی کوارٹر میں رہنے لگے اور وہیں مطب بھی چلاتے تھے۔ وفات ۵ ستمبر ۱۹۸۲ء کو ہوئی۔ (۱)

۳۰ ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ کی شام (چودھویں صدی کی آخری شام) کو گورنمنٹ کالج لائبریری میں ایک نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوا جس میں شرکت کے لیے تائب رضوی لاہور سے خاص طور پر آئے۔ (۲) انھوں نے پنجابی اور اردو دونوں زبانوں میں حضورِ پُرنور شافعِ یومُ النّشور کی مدح سرائی کی ہے۔

اردو میں معراج النبی ﷺ کے حوالے سے یوں مدح سرا ہوتے ہیں۔

مقتدی سارے نبیؑ اور محمد ﷺ تھے امام
راز تھا اوّل و آخر کا عیاں آج کی رات
طُور پر کوئی رُکا، کوئی گیا سدرہ تک

کوئی مہمان تھا اللہ کے ہاں آج کی رات
گرد کے ذرّے اُڑے، زُہرہ و مرّیخ بنے
رہ گزر بنتی گئی کاہکشاں آج کی رات
اِس میں احمد ﷺ کا عروج، اُس میں فرشتوں کا نزُول
لیلۃُ القدر کہاں اور کہاں آج کی رات (۳)

ہم غم زدوں کے غم کا مُداوا تمھی تو ہو
فرقت نصیب دل کا سہارا تمھی تو ہو
نقش و نگارِ عالم بالا تمھی تو ہو
تزئینِ بزمِ عرشِ مُعلّٰی تمھی تو ہو
جنّ و بشر، ملائک و غلماں تو اک طرف
کنکر بھی جس کا پڑھتے ہیں کلمہ، تمھی تو ہو
محشر میں انبیا کو بھی ہے جس کی جستجو
اے صاحبِ شفاعتِ کبریٰ ﷺ تمھی تو ہو
دامن تمھارا چھوڑ کے جائے تو کس طرف
تائبؔ کا اور کون ہے، آقا ﷺ تمھی تو ہو (۴)

فلک سے زمیں پر پیام آ گئے ہیں
بشارت ہو، خیرُ الانام ﷺ آ گئے ہیں
یہ کس کا کرم ہے، حلیمہؓ کے گھر میں
فرشتے بھی کرنے سلام آ گئے ہیں
ستاروں کی ضو ماند کیسے نہ ہو گی
نبُوّت کے ماہِ تمام ﷺ آ گئے ہیں
لیے حُرّیت کا سویرا محمّد ﷺ
مٹانے غلامی کی شام آ گئے ہیں

مبارک ہو تائبؔ مسیحِ دو عالم ﷺ
دلانے حیاتِ دوام آ گئے ہیں (۵)

ایک پنجابی نعت کی اُٹھان دیکھیے:

ہے پیارا تہاڈا قرار دل دا
تُسی نہ لبھو تے رب نہیں ملدا
وچھوڑیاں وچ قریب ہاں میں
خدا گواہ خوش نصیب ہاں میں
کیہہ ہویا بھانویں غریب ہاں میں
میں بادشاہاں تو کُجھ نہ منگاں
حضور دے کولوں کاہنوں سنگاں
تساں ای مینوں شعور دِتا
تے انّھے دل تائیں نُور دِتا (۶)

حواشی

○ (۱) سکندر خان: دامنِ اباسین۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء۔ ص ۳۷۷
○ (۲) اس یادگار مشاعرے کی رُوداد نذر صابری نے "گلدستہ" کے نام سے شائع کر دی ہے۔
○ (۳) سکندر خان: دامنِ اباسین۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء۔ ص ۳۷۹، ۳۸۰
○ (۴) نذر صابری: طرحی مشاعرے۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۹۴ء۔ ص ۱۱
○ (۵) ایضاً۔ ص ۲۹، ۳۰
○ (۶) نذر صابری۔ گلدستہ۔ مطبوعہ اٹک۔ ص ۱۷

تبسّم، سیّد بادشاہ بخاری

سیّد بادشاہ تبسّم بخاری ۲۳ جون ۱۹۵۳ء کو ضلع اٹک کی تحصیل فتح جنگ کے موضع ہستال میں حکیم سید محمد علی شاہ بخاری کے ہاں پیدا ہوئے۔

سیّد بادشاہ تبسّم بخاری نے ابتدائی دینی تعلیم اور ناظرہ قرآن شریف اپنے والدِ گرامی سے پڑھا۔ طب کی تعلیم بھی اُنھی سے حاصل کی۔ ۱۹۶۹ء میں گورنمنٹ ہائی سکول فتح جنگ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ بعد میں پی ٹی سی اور ایس وی کے امتحانات پاس کیے۔ سب سے پہلے گورنمنٹ پرائمری سکول ڈھوک کیر (فتح جنگ) میں تقرری ہوئی۔ ملازمت کے دوران پرائیویٹ طور پر حصولِ تعلیم جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ایف اے، بی اے۔ بی ایڈ کے امتحانات پاس کر لیے۔ اب ایم اے کا امتحان بھی دے چکے ہیں۔

مختلف تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مختلف رسائل بالخصوص ماہنامہ "القول السّدید" میں آپ کے طویل علمی مقالات طبع ہو چکے ہیں۔

گھریلو تربیت اور پھر ہائی سکول فتح جنگ میں نعتیہ مقابلوں کی وجہ سے تبسّم بخاری کو شعری ذوق پیدا ہوا۔ بُنیادی طور پر مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے نعتیہ کلام سے متاثر ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

اللہ اللہ یہ عظمت تری، رُتبہ تیرا
فرش کیا، عرشِ معلّٰی پہ ہے چرچا تیرا
شہد سا منہ میں گھُلے، جب بھی زباں پر آئے
کس قدر نام ہے میٹھا مرے آقا ﷺ تیرا
بحرِ رحمت سے عنایت کوئی قطرہ ہو مجھے
ہائے کس درجہ گنہگار ہے منگتا تیرا
رہ گئی دل میں فقط ایک ہی خواہش باقی
دیکھ لوں میں بھی کبھی گنبدِ خضرا تیرا

تسنیم، سیّدہ تسنیم رحمت

کلغان (ہری پور ہزارہ) کے خانوادۂ سادات میں سے سیّد حضرت شاہ ایک مرتبہ اپنے مُرشد خواجہ محمد حفیظ اللہ قادری چشتی (بریلہ شریف) کی خدمت میں حاضر ہُوئے تو مُرشد نے فرمایا۔ "شاہ صاحب! آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہو گی وہ رب کی رحمت ہو گی۔ اس کا نام بھی رحمت ہی رکھنا"۔

چنانچہ اسی سال اکتوبر ۱۹۴۱ء میں حضرت شاہ کے ہاں ایبٹ آباد کے ایک غیر معروف گاؤں ملکاں میں یہ رحمت پیدا ہوئی۔ ۱۹۶۰ء میں ان کے نانا جان سیّد محمد علی شاہ اور والد نے "کچہ شریف" میں آ کر مستقل سکُونت اختیار کر لی۔ سیّدہ رحَمت بھی اپنے والدِ گرامی کے ہمراہ تھیں۔ والد کی وفات کے بعد اپنی بچی کے ہاں شاہ ڈھیر (حضرو) میں چلی گئیں اور اب تک وہیں ہیں۔

ان کے بڑے بھائی سیّد فرزند علی شاہ خوش الحانی سے نعتیں پڑھتے تھے۔ سیّدہ رحمت بھی گھریلو ماحول سے بہت زیادہ متاثّر ہوئیں اور نعتیہ مصرعے موزوں کرنے شروع کر دیئے۔ اگرچہ نعتوں میں شعری اسقام موجود ہیں مگر آپ کا ذوق و شوق قابلِ داد و تحسین ہے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

رحمتوں کے خزینوں کے مالِک نبی ﷺ آسمانوں زمینوں کے وارِث نبی ﷺ
سَیّدُ المُرسلیں خاتم الانبیا مرحبا مرحبا شان صَلِّ علیٰ

آپ آئے تو کعبے سے نکلے صنم، مکّی و مدنی و شاہِ عرب و عجم
دُور اندھیرا کیا آپ نے کُفر کا مرحبا مرحبا شان صَلِّ علیٰ

میری تر دامنی مجھ کو شرمائے ہے، آپ کی بھی لگن دل کو تڑپائے ہے
رُخ دکھا دیں بُھلا کر مری ہر خطا مرحبا مرحبا شان صَلِّ علیٰ

مجُھ کو دیں بھیک بخشش کی یا مُصطفیٰ ﷺ ہو شفَاعت گُنہگار کی برملا

کوئی تسنیمؔ در سے نہ خالی گیا مرحبا مرحبا شان صَلِّ علیٰ (۱)

حاشیہ

○ (۱)۔ تمام حالات و واقعات اور کلام سیّد فرزند علی شاہ کی وساطت سے سیّدہ تسنیم رحمت سے بذریعہ خط کتابت حاصل ہوئے ہیں۔

توقیرؔ خاں علی زئی

۲۸ اپریل ۱۹۵۳ء کو علاقہ چھچھ کے موضع پیرداد میں پیدا ہُوئے۔ عہدِ طالب علمی ہی سے ادب سے واسطہ رہا۔ مختلف رسائل "رقیب" اور "سماج" وغیرہ نکال چکے ہیں۔ ادارۂ فروغِ ادب حضرو (اٹک) کے سیکرٹری نشرو اشاعت بھی ہیں۔ (۱)

نمونۂ نعت یہ ہے:

مرجعِ عالم ہے آقا ﷺ آستانہ آج بھی
آپ کی جانب ہی تکتا ہے زمانہ آج بھی
روضۂ انور سے اپنے ان غلاموں کی طرف
رحمتوں کے قافلے کیجے روانہ آج بھی
بُوذرؓ و سلمانؓ کو تکتی ہیں نظریں چار سُو
کارواں ہے جانبِ منزل روانہ آج بھی (۲)

حواشی

○ (۱) محمد روح اللہ خان، حاجی: ارمغانِ چھچھ۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۸۴ء۔ ص ۹۰
○ (۲) حاجی گل بخشالوی: بزمِ رسالت۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۸۵ء۔ ص ۶۱

جنگیؔ، مُحمد یحییٰ

محمد یحیٰ جنگی، محلہ کشن گنج حضرو کے رہنے والے تھے۔ قوم اعوان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد حکیم محمد امین پشاور سے ہجرت کر کے حضرو میں آباد ہو گئے تھے۔

محمد یحیٰ جنگی کی پیدائش ۱۸۶۰ء اور ۱۸۰۷ء کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ تعلیم ایف اے تک تھی۔ دو سی حرفیاں ۱۶-۱۹۱۵ء میں منظرِ عام پر آئی تھیں۔ وفات علاقہ چھچھ کے موضع بھنگی میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

نمونہ کلام یہ ہے:

الف ۔ احد نے احمد ﷺ نوں پیدا کیتا برقع میم دا احمد تے چاہڑیا اس
موسیٰؑ کہیا کوہ طور پر "ربِ ارنی" اپنے نور سی طور نوں ساڑیا اس
نمرود، فرعون، ہامان پل میں کر کے حکم شداد نوں اجاڑیا اس
لگیا عشق جد ذات نوں آن جنگی پردے اپنے نوں خود ہی پاڑیا اس
(۱)

حاشیہ

○ (۱) ارشد محمود ناشاد: ضلع اٹک دے پنجابی شاعر۔ مطبوعہ لاہور ۱۹۹۰ء۔ ص ۴۳، ۴۴

حافظ، محمد پیر بخش چشتی تونسوی

تقریباً ۱۹۳۳ء میں کوہ سلیمان تحصیل تونسہ شریف میں ایک معزز گھرانے کے فرد محمد عیسیٰ کے ہاں ایک بچہ محمد پیر بخش پیدا ہوا، جو بڑا ہو کر حافظ چشتی تونسوی کے ادبی نام سے دُنیائے نعت میں جانا پہچانا گیا۔

انھیں چھوٹی عمر میں ہی خواجہ امیر احمد بسالوی کی زیرِ نگرانی، بسال شریف میں داخل مدرسہ کرا دیا گیا۔ قرآن کریم کے آخری دس پارے آپ نے دریائے رحمت شریف (چھچھ، اٹک) میں حفظ کرنے کا شرف حاصل کیا۔ غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد

سعید کاظمی علیہ الرحمتہ کے مدرسہ انوار العلوم ملتان شریف سے سَندِ فراغت حاصل کی۔ بعد میں محکمہ اوقاف میں جہلم اور چکوال میں ضلعی خطیب رہے۔ ریٹائر ہونے کے بعد آستانہ عالیہ بسال شریف (اٹک) میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور تاحال دربار شریف کی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

۱۹۶۹ء میں ان کا ایک مقالہ "اشتراکیت اور اس کا فلسفہ، علّامہ اقبالؒ کی نظر میں" بہت مقبول ہوا۔ جو "ماہِ طیبہ" اور دیگر رسائل میں شائع ہُوا تھا۔

حافظ چشتی تونسوی ابتدائی فارسی تعلیم کے دوران میں نعت گوئی کی طرف مائل ہوئے۔ ان کی نعت گوئی کے تین ادوار ہیں۔ پہلے دور میں عزیز حاصل پوری سے رہنمائی حاصل کی۔ دوسرے دور میں بہت کم اصلاح کی ضرورت محسوس کی گئی اور تیسرے دور میں تو عزیز حاصل پوری آپ کو صرف داد ہی دیتے رہے۔ فارسی میں آپ نے کسی شاعر سے اصلاح نہیں لی، انھوں نے پنجابی اور بلوچی میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔

نعت گوئی میں رومیؔ، جامیؔ، سعدیؔ، نظامیؔ، عطارؔ اور امیر خسروؔ کے علاوہ دورِ حاضر کے امامِ نعت گویاں اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے عشق و ذوق اور ترجمانِ حقیقت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی گہرائی اور گیرائی سے بہت زیادہ متأثر ہیں۔

حافظ چشتی تونسوی نے ملتان کے عرصۂ قیام میں فروغِ نعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان کا نعتیہ کلام مختلف جرائد و رسائل بالخصوص ماہِ طیبہ سیالکوٹ، السعید ملتان، طوفان ملتان، رضائے مصطفیٰ ﷺ گوجرانوالہ، ترجمانِ اہلسنت لاہور، رضوان لاہور کی زینت بنتا رہا ہے۔ آج کل ماہنامہ "نعت" لاہور میں آپ کا کلام کثرت سے شائع ہو رہا ہے۔ یوں تو ان کی تمام نعتیں قابلِ تحسین ہیں مگر درجِ ذیل نعتیہ قطعہ کو تو شہرتِ عام و بقائے دوام حاصل ہے۔

تیرا آنا تھا کہ اصنامِ حرم ٹوٹ گئے
اور ترے رُعب سے شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے

تیرے اوصاف کا اک باب بھی پُورا نہ ہُوا
ہو گئیں زندگیاں ختم، قلم ٹوٹ گئے (۱)

آپ کا نعتیہ کلام "روض الفردوس" (۱۳۸۷ھ) کے تاریخی نام سے منظرِ عام پر آچکا ہے۔

"روض الفردوس" میں جوش، روانی، محبّت و عقیدت، پُختگی و سپردگی اور فنّی صلاحیت عروج پر نظر آتی ہے مگر اس کا شاعر پھر بھی اپنی عاجزی و انکساری کا اظہار یُوں کرتا ہے۔ "میں نہ کوئی شہیر شاعر نہ سخنوری کا مُدّعی، نہ اس بحر کا شناور ہوں۔ ذوق وجدان کی ایک کیفیت بے ربط الفاظ، مگر والہانہ ترنگ میں آپ کے سامنے ہے۔ یہ فیصلہ پڑھنے والے اصحابِ ذوق خود کر سکتے ہیں کہ کہنے والا اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں کہاں تک کامیاب رہا؟"

نمونۂ کلام یہ ہے:

ارادت کے ورق پر جب ارادہ رُخ نما ٹھہرا
تو سب سے اوّلیں شہکار، نورِ مُصطفیٰ ﷺ ٹھہرا
نشانِ شانِ یکتائی، حبیبِ کبریا ﷺ ٹھہرا
حریمِ ذات کا محرم نہ ایسا دُوسرا ٹھہرا
وہ امرِ کُن کی حکمت، نکتۂ سرِّ دوتا ٹھہرا
قدم ممکن میں رکھا، گُلشنِ وحدت میں جا ٹھہرا
مقابل میں خُدا کے اور نہیں کوئی خُدا ٹھہرا
نہ امکاں میں کوئی ممکن نظیرِ مُصطفیٰ ﷺ ٹھہرا
وہ اپنی ذات میں یکتا، یہ تنہا مُصطفیٰ ﷺ ٹھہرا
نہ اِس کا دُوسرا ٹھہرا نہ اُس کا دوسرا ٹھہرا
اٹھا حافظؔ کا خامہ نعت بہرِ تو اِس پہ جا ٹھہرا
کہ رُوئے مصطفیٰ ﷺ آئینۂ ذاتِ خُدا ٹھہرا

لے کے دُنیا سے وہی دولتِ ایمان گیا
میرے آقا ﷺ کے جو ناموس پہ قرباں گیا
پائے آغوشِ لحد کو وہی مہدِ راحت
جو اُنہیں جان گیا، جان سے قربان گیا
کر گیا اُن کی محبّت میں جو سب کچھ قرباں
ہاں کہیں گے کہ وہ لے کر کوئی سامان گیا
حشر کے روز وہ پچھتائے گا میرے آقا ﷺ
اس جہاں سے جو تری شان سے انجان گیا
کاش ہاتف تجھے حافظؔ یہ بشارت دے دے
کہ تو آثار پہ حسّانؓ کے غزلخوان گیا

نظر مصطفیٰ ﷺ کی جدھر ہو گئی
خُدا کی خُدائی اُدھر ہو گئی
ہم اپنی خبر سے رہے بے خطر
کہ ان کو ہماری خبر ہو گئی
لحد میں مجھے چھوڑ کر سب چلے
تو رحمت تری چارہ گر ہو گئی
رُخِ والضّحیٰ کا خیال آ گیا
تو میری شبِ غم سحر ہو گئی
مبارک کوئی جا کے حافظؔ کو دے
کہ تجھ پہ نبی ﷺ کی نظر ہو گئی

حواشی

○ (۱) حافظ چشتی تونسوی: روض الفردوس۔ مطبوعہ ملتان۔ ۱۳۸۷ھ۔ ص ۲۶
○ (۲) ایضاً۔ ص ۴

حسرتؔ، محمد صفدر

محمد صفدر حسرتؔ ۲۰ مئی کو فتح جنگ کے ایک معزّز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی محمد مسکین ہے۔ دینی تعلیم کے علاوہ میٹرک کا امتحان بھی فتح جنگ میں پاس کیا۔

ادبی رسالہ "عروج" فتح جنگ کے معاون مدیر اور پندرہ روزہ اخبار "تلاشِ حقیقت" فتح جنگ کے ادبی صفحے کے انچارج بھی رہے ہیں۔

۱۹۷۹ء میں نعتیہ شاعری ہی سے آغازِ سخن کیا۔ پنجابی اور اردو دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ انھوں نے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کی کئی زمینوں اور ردیفوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ "کلامِ حسرتؔ" ہنوز غیر مطبوعہ ہے۔

نعت گوئی کو وظیفۂ حیات سمجھتے ہیں۔ خود کہتے ہیں۔ ؎

خدائے لم یزل جب خود ثنا خوانِ نبی ﷺ ٹھہرا
مری اوقات کیا حسرتؔ، مری یہ شاعری کیا ہے

منگتا جو بنایا تو اپنا، خیرات جو دی تو جلووں کی
کیا کیا نہ دلِ حسرتؔ پہ کیے احسان مدینے والے ﷺ نے

نمونۂ نعتِ حسرتؔ دیکھیے:

اسمِ اعظم ہے کہیں شہد سے میٹھا تیرا
ذات اعلیٰ ہے تری، نور سراپا تیرا
فکرِ فردا کے جھمیلوں سے وہ آزاد ہُوا
نقش جس جس نے بھی سینے میں اُتارا تیرا

تیری نسبت ہی فقیروں کے لیے کافی ہے
ہے وسیلہ جو میسّر مرے آقا ﷺ تیرا

جب دل میں بس گئی ہے محبّت رسُول ﷺ کی
میں جنّتی ہوں کیوں کہ ہے جنّت رسُول ﷺ کی
عقل و خرد نہ آپؐ کا ادراک کر سکے
مالک ہی جانتا ہے حقیقت رسُول ﷺ کی
محمُود بھی ہیں، شاہد و مشہُود بھی ہیں وہ
حسرتؔ بھلا بیاں ہو کیا عظمت رسُول ﷺ کی

خادمؔ، میاں جمعہ

میاں جمعہ خادمؔ کا شمار فتح جنگ کے ممتاز پنجابی شعرا میں ہوتا ہے۔ مزاج میں قلندری، طبع میں حلیمی، بُردباری، قناعت پسندی، ان کی نمایاں خصوصیّات تھیں۔ میاں جُمعہ کا سنِ پیدائش ۱۹۱۱ء بتایا جاتا ہے۔ وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ ان کی روحانی نسبت آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے تھی۔

میاں جمعہ خادم اَن پڑھ تھے۔ ریڑھی پر بازار میں پھل فروخت کر کے گزر اوقات کرتے تھے۔ قلم کاغذ ہمیشہ ساتھ رکھتے۔ جُوں ہی اشعار کی آمد شروع ہوتی، فوراً" کسی گاہک کو قلم اور کاغذ دیتے اور نعت لکھوا لیتے۔

۱۵ مئی ۱۹۸۳ء کو یہ مردِ قلندر تہجّد کی نماز کی غرض سے مسجد میں داخل ہوا اور وضو کے دوران ہی اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔ (۱)

نمونۂ کلام یہ ہے:

ازل دا رشتہ توڑیں نہ، بُوہا نبی ﷺ دا چھوڑیں نہ
شہر مدینے بھج بھج جاویں، قدم پچھاں نوں موڑیں نہ

کوئی نہ ہویا دنیا اُتے ہمسر اوس پیارے دے
آپ خداوند مالک کیتا اُس نوں عالم سارے دا
اس دے بدلے نال کسے دے، پیار دا رشتہ جوڑیں نہ
راضی کر لے پاک نبی [ﷺ] نوں، آپ خدا فرمایا اے
رب دی رحمت اس دے اتّے، جیہڑا در تے آیا اے
در نبی [ﷺ] دا چھوڑ کے بندیا، اپنی بیڑی روہڑیں نہ
ہو جا زلف والّیل دا قیدی، جے لبھناں آزادی نوں
عشق نبی [ﷺ] وچ مُل ویرانہ چھڈ دے غیر آبادی نوں
جُھوٹی دنیا، جھوٹ پسارا، جھوٹی دولت لوڑیں نہ (۲)

حواشی

○ (۱) مجلّہ "عروج" فتح جنگ شمارہ نمبر ۳۔ (مضمون "ایک شاعر، ایک مخلص دوست" از شاکر بیگ)

○ (۲) میاں جمعہ خادم کا نعتیہ کلام محمد صفدر حسرتؔ (فتح جنگ) کی "ذاتی ڈائری" سے لیا گیا ہے۔

خاکیؔ، عبدالحیٔ

عبدالحیٔ خاکیؔ موضع رحموں میں ۱۷ دسمبر ۱۹۴۶ء کو مولوی عبدالغنی کے گھر پیدا ہوئے۔ ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اور اپنے آپ کو محکمۂ تعلیم سے وابستہ کر لیا (۱)۔ آج کل حضرو ہائی سکول میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ اگرچہ انھوں نے زیادہ تر غزلیات لکھی ہیں مگر نعت گوئی کی نعتِ عظمیٰ سے بھی محروم نہیں ہیں۔ ماہنامہ "مفہوم" حضرو میں ان کا کلام شائع ہوتا رہتا ہے۔ "کرنیں" کے نام سے ان کا ایک مجموعۂ کلام منظرعام پر آچکا ہے (۲)۔

نمونۂ کلام ملاحظہ فرمائیں:

سرمایۂ سکوں ہے عقیدت رسُول [ﷺ] کی

دل کو سرُور دیتی ہے طاعت رسُول [ﷺ] کی
دُنیائے رنگ و بُو کو وہ خاطر میں لائے کیا
کھُل جائے جب کسی پہ حقیقت رسُول [ﷺ] کی
اتنا تو جانتا ہُوں، کلیدِ بہشت ہے
اپنانا چاہتا ہوں شریعت رسُول [ﷺ] کی
میں اور میرے لب پہ محمد [ﷺ] کی یہ ثنا
شاید ہے مجھ پہ خاص عنایت رسُول [ﷺ] کی
جنّت کا صرف ایک تصوّر حسین ہے
دیکھیں گے اپنی آنکھیں بھی صُورت رسُول [ﷺ] کی

حواشی

○ (۱) محمد روح اللہ خان، حاجی: ارمغانِ چھچھ۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۴۷

○ (۲) یہ کوائف اور نعتیہ کلام محمد توفیق (پوسٹ ماسٹر ڈاک خانہ برہان، اٹک) کی وساطت سے حاصل ہوا۔

راہیؔ، عبداللہ

عبداللہ راہیؔ ہمک (تحصیل فتح جنگ) کے ایک زمیندار گھرانے سے تعلقّ رکھتے ہیں۔ گورنمنٹ کالج اٹک سے بی۔ اے کیا اور لاء کالج لاہور سے ایل ایل بی کر کے ناپسندیدگی کے باوجود مقامی عدالتوں میں وکالت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ راہیؔ نہایت سادہ، خوش لباس، خوش فکر اور باذوق شاعر ہیں۔ اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں خوب طبع آزمائی کرتے ہیں۔ "جبینِ دل" کے نام سے مجموعۂ کلام منظرِ عام پر آچکا ہے۔ آج کل قرآنِ کریم کا منظوم اُردو ترجمہ کرنے میں مصروف ہیں۔

محمد تاج چوہدری ان کی شاعری پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں۔ "عبداللہ راہیؔ، صاحبِ دل اور صاحبِ نظر شاعر ہیں۔ ان کے ہاں خیالات کی پختگی اور جذبے

کی گہرائی کے علاوہ زبان و بیان پر مکمّل گرفت محسوس ہوتی ہے۔ ان کی شاعری ایجاز و اختصار، تنوّع، شوکت بیان اور حکیمانہ شان سے مُتصِف ہے"۔ (۱)

نمونۂ کلام یہ ہے:

اے کہ تو فخرِ دو عالم، رحمتہً للعالمیں ﷺ
آدمِ خاکی ہے تجھ سے باعثِ صد آبرو
اے کہ تیری ذات ہے وجہِ نمودِ کائنات
اے کہ تیرے حُسن سے قائم جہانِ رنگ و بُو

اے حبیبِ کبریا، اے قُلزُمِ اَسرارِ دیں ﷺ
جُملہ مخلوقات سے پاکیزہ تر تیرا وجود
اے تصدّق گردشِ ہستی خرامِ ناز پر
منزلِ یک دو قدم، تیرے لیۓ چرخِ کبود

سیرتِ صدّیقؓ تیرے عشق کا سوز و گداز
سطوتِ فاروقؓ تیرا مظہرِ عدل و وقار
حلمِ ذُوالنورینؓ تیرے عفو و احساں کی دلیل
جرأتِ کرّارؓ سے تیری شجاعت آشکار

اے کہ تیرا مصحف رخ پرتو رب جمیل
حیلہ دیدار موسیٰؑ سعی تخفیف صلوۃ
اے کہ تیری ٹھوکروں میں قیصر و کسریٰ کے تاج
گردِ رہ، تیرے کرم سے آفتاب و ماہتاب
السّلام اے مخزنِ صبر و رضا، عجز و نیاز
السّلام اے داستانِ جذبہ صدق و یقیں
السّلام اے ماہِ کامل، رہبرِ راہِ نجات
السّلام اے صاحبِ کوثر، شفیعُ المذنبیں ﷺ (۲)

کرم نوازی بَردیاں اُتے، توں سردار جہاناں دا
تو ایں فخر زمین دا سائیاں تو ایں مان اسماناں دا
جنگجواں نوں امن سُجھایا، سنگدلاں نوں رحم سکھایا
بُھلّن ہاراں نوں سمجھایا، دین دا سچا راہ وکھایا
بندیاں نوں پابند بنایا، مالک دے فرماناں دا
کرم نوازی بَردیاں اُتے، توں سردار جہاناں دا

سورج شام توں مُڑ مُڑ آوے چن ٹکڑے ہو جاوے
پتھر پتھر صفت سناوے، بوٹا بوٹا تھاں چھڈ دھاوے
وہم، گمان، گھمنڈ مٹاوے کھنڈ کھنڈ نور ایماناں دا
کرم نوازی بَردیاں اتے، تو سردار جہاناں دا

توں حق دا بھرپور تجلّا، توں رحمت فیضان سراپا
توں ایتھے اوتھے دا راکھا، کالی کملی والیا آقا ﷺ
توں مُحسن انسانیّت دا، مالک اُچیاں شاناں دا
توں ایں فخر زمیں دا سائیاں نوں ایں مان اسماناں دا (۳)

حواشی

○ (۱) عبداللہ راہی: جبینِ دل مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۴ء
○ (۲) عبداللہ راہی: جبین دل مطبوعہ راولپنڈی ۱۹۸۴ء۔ ص ۲۵ تا ۲۷
○ (۳) مجلہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۹ء۔ حصہ خیابانِ ادب۔ ص ٦

رونقؔ، رونق علی خاں بدایونی

بدایوں میں مشرف علی خاں کے ہاں جنوری ۱۹۲۶ء میں رونق علی خاں پیدا ہُوئے۔ پٹھانوں کے علی زئی قبیلہ سے تعلّق رکھتے ہیں۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد ۱۹۴۷ء میں منشی فاضل کی سَنَد حاصل کی۔ ۱۹۴۸ء میں حضرو آگئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اوجؔ بدایونی سے اصلاح لیتے رہے۔ ادارۂ فروغِ ادب حضرو کو کامیاب بنانے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

کیا ہو گئی حالت مِری، سرکار دیکھیے
چشمِ کرم سے مجھ کو بھی اک بار دیکھیے

گنہگاروں کو سینے سے لگا لو یا رسولَ اللہ ﷺ
گناہوں کے سمندر سے نکالو یا رسولَ اللہ ﷺ

قیامت خیز موجیں بڑھ رہی ہیں جانبِ کشتی
سفینہ ڈوب جانے سے بچا لو یا رسولَ اللہ ﷺ

بہت دُکھ ہو رہا ہے دیکھ کر حالت زمانے کی
زمانے کو تباہی سے بچا لو یا رسولَ اللہ ﷺ

تمھی ہو رحمتہً للعالمیں ﷺ سارے جہانوں کے
ہمیں رحمت کے سائے میں چھپا لو یا رسولَ اللہ ﷺ (۱)

حاشیہ

(۱) محمد روح اللہ خان، حاجی: ارمغانِ چھچھ۔ مطبوعہ اٹک۔ ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۰۶ تا ۱۰۸

ریاضؔ، مفتی محمد ریاض الدین

مفتی ابو النصر محمد ریاض الدین ریاضؔ قادری ابنِ ملک عبدالستار خان ۸ ذوالحجہ

۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۳ء میں موضع لنگر (مضافاتِ اٹک) میں پیدا ہوئے۔ ان کے پردادا ملک نواب خان اپنے وقت کے مشہور صاحبِ علم اور دین دار انسان تھے۔

مڈل تک مروّجہ انگریزی تعلیم بھی حاصل کی۔ دینی علوم کی کُتُبِ مُتداولہ کی تعلیم کے لیے لنگر شریف، چُورہ شریف، کھڈ شریف، احسن المدارِس راولپنڈی، فیضُ العلوم پاکپتن شریف اور جامعہ رضویہ مظہرِ اسلام فیصل آباد سے اکتسابِ فیض کیا۔

دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں بحیثیت نائب صدر تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ میرا شریف ضلع اٹک، دارالعلوم عربیہ غوثیہ لالہ مُوسیٰ اور تبلیغ الاسلام گجرات میں صدر مدرّس رہے اور جامعہ اسلامیہ چک سواری میرپور آزاد کشمیر میں بطور شیخ الحدیث کام کرنے کے بعد آج کل جامعہ غوثیہ معینیہ ریاض الاسلام (مرزا روڈ) اٹک میں بحیثیت مہتمم اور شیخ الحدیث اشاعتِ دین میں مصروف ہیں۔

مفتی صاحب کی تصانیف کی تعداد چالیس سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ چند معروف تالیفات کے نام یہ ہیں:

۱۔ ریاض الایمان۔ ترجمۂ قرآن پاک ۲۔ ریاض القرآن۔ تفسیرِ قرآن پاک ۳۔ سیفِ جدید بجوابِ رشید ابن رشید ۴۔ مینارِ حقیقت ۵۔ مفتاح القرآن ۶۔ ستونِ دین ۷۔ جواہر الصیام ۸۔ گنجینۂ حق ۹۔ آئینۂ حق ۱۰۔ خزینۂ حق ۱۱۔ مدینۂ حق ۱۲۔ مرآتِ دین ۱۳۔ سفینۂ حق ۱۴۔ اسلامی عقائد اور ان کے احکام ۱۵۔ حاشیہ فارسی صُغریٰ اور اوسط ۱۶۔ آفتابِ بغداد شریف ۱۷۔ آفتاب چوراہی ۱۸۔ ریاض الاشعار (نعت، مناقب) ۱۹۔ ذکرِ حبیب (نعت، مناقب) ۲۰۔ گلستانِ ریاض (فارسی مجموعۂ کلام)

بعض نعتیں فنّی لحاظ سے بھی معیاری ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

یونہی قائم سدا آستانہ رہے، اِس گدا کا یہاں آنا جانا ہے

چاہے ناراض سارا زمانہ رہے، میں تمہاری نگاہوں کا محتاج ہُوں

ہو تم روح و روانِ بزمِ ہستی یا رسولَ اللہ ﷺ
تمہارے دم سے بستی ہے یہ بستی یا رسولَ اللہ ﷺ
ہو کس منہ سے بیاں نعتِ شہِ ہر دو سرا ﷺ مجھ سے
کجا میں اور کیا ہے میری ہستی یا رسولَ اللہ ﷺ
تمہارا راج ہے آقا ﷺ جدھر جاؤں زمانے میں
ہے ہر شے پر تمہاری بالا دستی یا رسولَ اللہ ﷺ (۱)

حاشیہ

○ (۱) محمد ریاض الدین ریاض، پیر مفتی۔ ذکرِ حبیب ﷺ۔ مطبوعہ اٹک۔ ص ۲۸، ۲۹

ساجد، سجّاد حسین

سجّاد حسین ساجد کا شمار ضلع اٹک کے نوجوان شعرا میں ہوتا ہے۔ اٹک کے موضع جھمٹ میں پیدا ہوئے۔ یہیں پر ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ان کے کلام میں انوکھاپن، تخیّل میں جدّت اور اُسلُوب میں ندرت ہے (۱)۔

نمونۂ کلام ملاحظہ فرمائیے:

جنّت کی ہواؤں کا اثر کیسا لگے گا
مت پُوچھ کہ طیبہ کا سفر کیسا لگے گا
سنگِ درِ احمد ﷺ پہ یہ سر کیسا لگے گا
"معراج کی منزل پہ بشر کیسا لگے گا"
ہوں اُن کے تصوّر میں رواں آنکھ سے آنسو
یہ رابطۂ قلب و نظر کیسا لگے گا

میں لفظ پروؤں تو مُقدّر مِرا سنورے
بتلاؤ! یہ اندازِ ہنر کیسا لگے گا
ہر صبح لکھوں نعت تو ہر شام قصیدہ
یہ حُسنِ عمل شام و سحر کیسا لگے گا
ہو زادِ سفر عشق تو منزل ہو مدینہ
تا زیست مسلسل یہ سفر کیسا لگے گا (۲)

حواشی

○ (۱) یہ معلومات مجلّہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۷ء کے حصہ سَبدِ گل سے ماخوذ ہیں۔
○ (۲) مجلّہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۹ء حصہ خیابانِ ادب۔ ص ۱۱

ساحر، عبدالعزیز

اٹک کے علمی و ادبی حلقوں میں نوجوان نعت گو عبدالعزیز ساحر کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے۔ ۹، اپریل ۱۹۶۶ء کو ڈومیال (تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک) کے ایک اعوان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام غلام محمد ہے۔ دورانِ تعلیم ہی آپ کو شعر و ادب سے شغف رہا۔ گورنمنٹ کالج اٹک کے مجلّہ "مشعل" کے مدیر بھی رہے ہیں۔ معروف نقّاد ڈاکٹر فرمان فتح پوری ان کے ادبی ذوق کے بارے میں لکھتے ہیں۔ "عبدالعزیز ساحر اُردو ادب کے ایوان میں بظاہر نووارد سہی لیکن پچھلے دو تین سالوں میں انہوں نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ادبی ذوق اور شعورِ تحقیق و تنقید پختہ و پاکیزہ ہے۔ جس موضوع کو ہاتھ لگاتے ہیں، سچّی لگن اور پوری دیانت کے ساتھ اس کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں"۔

ایم اے کرنے کے بعد پاکستان انٹرنیشنل پبلک کالج گوجرانوالہ میں شعبۂ اردو سے منسلک ہو گئے ہیں۔ ان کی کتابوں کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ مقالاتِ ساحر (زیرِ تدوین)

۲۔ جمیل الدین عالی کی نثر نگاری مطبوعہ ۱۹۹۳ء۔ ۳۔ خونابۂ دل۔ کلامِ اصغر بریلوی (مرتّبہ بہ اشتراک، زیرِ اشاعت) ۴۔ غلام جیلانی برقؔ کے خطوط ۵۔ اِندر سبھا۔ نئی تشکیل (ترتیب) ۶۔ وحدتُ الوجود اور پیر مہر علی شاہ قُدِّسَ سِرُّہٗ

باقاعدہ آغازِ سخن ۱۹۸۳ء میں کیا۔ محفلِ شعر و ادب اٹک کی نعتیہ محافل میں شرکت سے نعت گوئی کی طرف رُجحان پیدا ہو گیا۔ آپ کے اساتذۂ فن میں اصغؔر بریلوی اور نذؔر صابری قابلِ ذکر ہیں۔ علّامہ اقبالؒ سے بہت متاثّر نظر آتے ہیں۔ خود کہتے ہیں۔ "اقبؔال کی نعت "لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب" میری پسندیدہ نعت ہے۔ اسے میں بطورِ وظیفہ بھی پڑھتا رہا ہوں۔ میرے کئی کام اس نعت کے طفیل اپنی تکمیل کو پہنچے ہیں۔ اب بھی زندگی کے مشکل لمحات میں، یہ میرے لیے پیام نوید ہے۔ اس سے بڑھ کر اردو نعت کسی نے کیا کہی ہو گی، اس کا تو ہر مصرع الہامی لگتا ہے"۔

اٹک، لاہور اور گوجرانوالہ کے بے شمار نعتیہ مشاعروں میں شرکت کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکے ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

اگر میں ہوں تو تیری چشمِ اعتبار میں ہوں
وگرنہ کون ہُوں میں اور کس شمار میں ہوں

ترا خیال مِری زندگی کا محور ہے
ترے خیال کے باعث تو میں بہار میں ہوں

کبھی کبھی تو میں ایسے بھی خواب دیکھتا ہوں
کہ خاک جسم پہ اوڑھے ترے دیار میں ہوں

کبھی تو خواب کے لمحوں میں آپ اتریں گے
ازل کے روز سے مولا ﷺ اس انتظار میں ہوں

ترے سہارے زمانے سے جنگ کرتا ہوں
اُداس شام کا منظر ہے، میں حصار میں ہوں

کبھی تو جلوہ نما ہو مِری دعا کی طرح
تو انتہا سے بھی واقف ہے، ابتدا کی طرح

مِرے شعور کی شب کا تو ہی اجالا بن
مِرے خیال میں آ، نکہتِ صبا کی طرح

ترے خیال کی خوشبو سے میں لپٹ جاؤں
درِ حضور ﷺ پہ پہنچوں جو میں ہوا کی طرح

مِرے خیال کے آنگن میں تیرا سایہ ہے
کہ تیز دھوپ پہ چھایا ہے تو گھٹا کی طرح

میں جب بھی حُسنِ تمنا کے خواب دیکھتا ہوں
حریمِ جاں میں اُترتا ہے تُو خُدا کی طرح

سرؔور، غلام سرور چشتی نظامی

غلام سرؔور چشتی نظامی اٹک کے ایک نہایت غریب گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ ابتدائی تعلیم سے لے کر میٹرک تک اٹک ہی میں حاصل کی۔ چشتیہ نظامیہ سلسلہ میں بیعت ہونے کی وجہ سے چشتی نظامی کہلاتے ہیں۔ مُصوّری اور نقّاشی میں مہارت رکھتے تھے۔ اٹک کے تقریباً تمام مصوّر اور نقّاش انھی کے شاگرد ہیں۔ ان میں راجُو بہت ہی مشہور ہے۔ کافی عرصہ تک عرب امارات میں ملازمت کرتے رہے ہیں۔ نعت گوئی میں کسی کے شاگرد نہیں تھے۔ محفلِ شعر و ادب اٹک کے سرگرم رُکن تھے۔ نعت گوئی کو وظیفۂ حیات سمجھتے تھے۔ ۱۹۹۴ء میں وصال ہوا اور اٹک ہی

کے شہرِ خموشاں میں محوِ استراحت ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

منتظر شوق سے ہے ربِّ جہاں آج کی رات
عرش کی سمت محمد ﷺ ہیں رواں آج کی رات
آمدِ یار کی خاطر ہے تکلّف ہر سُو
کتنا پُرکیف و مزیّن ہے سماں آج کی رات
وصل کے وقت ہُوئیں راز کی باتیں باہم
حق نے سب بھید کیے ان پہ عیاں آج کی رات
جوشِ الفت میں قدم چُومے فلک نے ان کے
مُبتلا عشق میں ہیں کون و مکاں آج کی رات
دیکھ کر اوجِ محمد ﷺ ہُوئے برباد صنم
کفر کے ٹوٹ گئے تیر و کماں آج کی رات
پہنچے اس جا پہ جہاں جلتے ہیں جبریلؑ کے پر
عقل پہنچے نہ جہاں، پہنچے وہاں آج کی رات

ایک ترا وجود ہے مظہرِ کاملِ حیات
ایک ترا جمال ہے زینتِ محفلِ حیات
تیرے ظہور سے ہُوا دامنِ کُفر تار تار
بھٹکے ہُوئے جہان کو مل گئی منزلِ حیات
گرچہ نہیں جہان میں گوشۂ عافیت کوئی
تیری تلاش میں سُکوں، ہے یہی حاصلِ حیات
قلب و نظر میں تُو ہی تُو، تارِ نفس میں تو ہی تو

میرا جنونِ شوق ہے رہبرِ منزلِ حیات
سروؔر اُسی کے ہو رہو، در پہ اُسی کے جا پڑو
پاتے وہیں سے ہیں سبھی راحت و منزلِ حیات

مطلعِ اوجِ کمالات ہے معراج کی رات
نازشِ ارض و سماوات ہے معراج کی رات
عشق مشغولِ مناجات ہے معراج کی رات
حُسن مصروفِ عنایات ہے معراج کی رات
آج پھٹ پھٹ کے اڑی جاتی ہے ظلمت شب کی
کفر نے کھائی بُری مات ہے معراج کی رات
سروؔرِ خستہ پہ ہو آج عنایت کی نظر
میرے مولا تیری بارات ہے معراج کی رات (۱)

حاشیہ

○ (۱) نذر صابری: طرحی نعتیہ مشاعرے حصہ اول، مطبوعہ اٹک، ۱۹۹۴ء، ص ۱۵، ۲۱، ۲۵

سعیدؔ، محمد سعید

مولوی محمد سعید ۱۸۶۷ء میں رحموں (تھانہ حضرو ضلع اٹک) میں محمد دین کے ہاں پیدا ہوئے۔ دینی تعلیم و تربیت اپنے دادا مُلّا عبدالمجید (جو پنجابی زبان کے بہت اچھے شاعر تھے) سے حاصل کی۔ پھر سکول میں داخل ہوئے لیکن صرف تین جماعتیں پڑھ کر تعلیم ختم کر دی۔ اس کے بعد خلافتِ اسلامیہ سکول حضرو میں ۲۰ سال تک پڑھاتے رہے۔ مراڑیہ (ضلع اٹک) کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ سو سال کی عمر میں ۱۹۶۷ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔

ان کا ایک پنجابی رسالہ "کرامت باباجی اٹک والا" میر افضل تاجر کتب حضرو نے شائع کیا تھا۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

آکھاں صفت خداوند تائیں لکھاں حمد ثنائیں
جس "کن فیکون" ظاہر کیتا قدرت سندا سائیں

چوداں طبق تے دیہنہ چن تارے قدرت نال سنوارے
خاطر نبی محمد سرور [ﷺ] کیتے لیڈ پسارے

کل خلائق اس دے نوروں ظاہر کیتی ساری
پیدا کیتے سرجن ہارے کیا خاکی کیا ناری

بعدِ درود رسول محمد [ﷺ] پیارا یار رباناں
صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحمّد [ﷺ] آکھو نال زباناں

صفت نبی [ﷺ] دی لکھ نہ سکاں جے سو کراں دلیری
جس دی صفت خداوند بولی کیا طاقت ہے میری

شاکر اٹکی، عبدالشکور

شاکر اٹکی کے نام اور سلسلہ نسب میں محققین میں اختلافِ رائے موجود ہے۔ معروف ادیب و شاعر عبدالحلیم اثر افغانی مرحوم نے اپنے مقالے "دیوانِ شاکر پر ایک نظر" میں شاکر اٹکی کو سیّد ناصر الدین محمود المعروف پیر سباک علیہ الرحمہ کی اولاد قرار دیا ہے اور ان کا نام "سیّد میر محمد شاکر" ظاہر کیا ہے (۱)۔ اور ڈاکٹر مرزا حامد بیگ اپنے مقالے "شاکر اٹکی، ایک قدیم گمنام شاعر" میں شاعر کے قلمی دیوان میں ایک منظوم شجرہ کے حوالے سے ان کا شجرۂ نسب حضرت شیخ یحییٰ اٹک المعروف حضرت جی

بابا علیہ الرحمہ سے ملاتے ہیں اور خاندانی روایت کے حوالے سے شاعر کا نام شیخ عبدالشکور شاکر ظاہر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر مرزا حامد بیگ نے مزید وضاحت یہ کی ہے کہ "دیوانِ شاکر" کے قلمی نسخہ کے ساتھ نتھی ایک اور قلمی نسخہ بھی ہماری خاندانی لائبریری میں موجود ہے۔ جس پر "عبدالشکور" نام درج ہے۔

حضرت شیخ یحییٰ اٹکی کے لاولد فرزند شیخ اسماعیل کی رحلت کے بعد شیخ محمد عبدالشکور شاکر درگاہ کے سجّادہ نشین کے طور پر اٹک میں آباد ہوئے۔ حضرت شیخ محمد یحییٰ اٹکی علیہ الرحمہ کے دربار کے پچھواڑے، پختہ چار دیواری میں شیخ محمد عبدالشکور شاکر کے مزار پر آج بھی علاقہ چھچھ اور فرنٹیر کے لوگ بڑی تعداد میں حاضری دیتے ہیں۔ ان کے متعلق یہ مشہور ہے کہ ایک صوفی اور صاحبِ کرامت بزرگ تھے۔ جو بچہ مٹّی کھاتا ہو، آپ کے مزار پر حاضر کرنے سے اس کی یہ بُری علاوت چھوٹ جاتی ہے۔

شاکر اٹکی اٹک قدیم کے باشندے ولی دکنی کے ہم عصر تھے، نہایت عالم فاضل، عارف، ادیب اور حاضر دماغ شاعر تھے۔ آپ نے ایک قلمی دیوان فارسی زبان میں یادگار چھوڑا ہے۔ اگرچہ اس کا بہت سا حصہ زمانے کی نذر ہو چکا ہے۔ لیکن قلمی صُورت میں مُلّا منصور (اٹک) کے صاحبزادگان سے دستیاب ہوا۔ جناب نذر صابری اور سیّد رفیق بخاری نے مرتّب کر کے ۱۹۷۰ء میں مجلسِ نوادراتِ علمیہ اٹک کے زیرِ اہتمام "دیوانِ شاکر" کے نام سے چھاپ دیا ہے۔ دیوانِ شاکر، فارسی، عربی اور اردو (یا ہندوی) کی ملی جلی اصناف مثلاً دعا، نعت، مناجات، مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی، معمّا، تاریخ، مرثیہ، نوحہ، مسدّس، مخمس، قصیدہ، دوہا وغیرہ پر مشتمل ہے۔

اس اعتبار سے شیخ محمد عبدالشکور شاکر ضلع اٹک کے اوّلین صاحبِ دیوان فارسی شاعر ہیں۔ دیوانِ شاکر تمام محاسنِ شعری کا گنجینہ اور فکر و فن کے اعتبار سے ممتاز و منفرد ہے۔ ایک اندازے کے مطابق شاکر کا زمانہ ولادت شہنشاہ اورنگ زیب کی

وفات ۱۱۱۸ھ / ۱۷۰۶ء کے فوراً بعد کا ہے (۲)۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

کشیدم درد ہا بیش از حد و عد
غریقِ بحرِ غم ہستم موید

رساں برساں حلم از بہرِ احمد {صلی اللہ علیہ وسلم}
شفاعت خواہِ من نامِ محمد {صلی اللہ علیہ وسلم}

چناں تنگ آمدم اے ربِّ ارباب
چو در برِّ عرب ماہیٔ بے آب (۳)

اے شفیعِ المذنبیں! من والۂ رُوئے تو ام
آرزو مندِ لقائے قدِ دِلجُوئے تو ام

از نسیمِ صُبحدم منّت کَشم من ہر سحر
تا رساند شامہ از مشکِ گیسوئے تو ام

اے رؤف و اے رحیمِ موٗمناں! فریاد رس
بر درِ دیگر کہ گردم چوں سگِ کُوئے تو ام

چوں مسیحؑ از تابعِ دینِ تو باشد بالیقیں
یک نظر فرما! کہ مہ مشتاق من رُوئے تو ام

ہرکہ دارد مایۂ تقویٰ بمجلس شایدت
من ز تقویٰ مفلس و شیدائے ابرُوئے تو ام

شاکرِ عاصی ندارد جُز محبت مایۂ
گر دروں نگذاری ام بیروں ساہوی تو ام (۴)

حواشی

○ (۱) ماہنامہ صدف حضرو۔ فروری / مارچ ۱۹۹۵ء (دیوانِ شاکرَ ــــ ایک نظر از قاضی عبدالحلیم اثر

افغانی)

○ (۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مرزا حامد بیگ، ڈاکٹر: مقالات مطبوعہ لاہور ۱۹۹۴ء

○ (۳) نذر صابری، سید رفیق بخاری: دیوانِ شاکر۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۷۰ء۔ ص ۲

○ (۴) دیوانِ شاکر۔ ص ۸

شاکرَ، غلام یحییٰ بیگ

غلام یحییٰ بیگ کا تعلّق فتح جنگ سے ہے۔ فتح جنگ کے معروف عالِم دین مولوی قادر بخش کے فرزند ہیں۔ انھوں نے زمانۂ طالب علمی ہی سے شاعری کا آغاز کر دیا تھا۔ شعرو سخن میں سیّد تصدّق حسین تصدُّق (لاہور) سے اصلاح لیتے رہے۔ غزلیات، نظمیں اور ترانے بھی لکھے ہیں لیکن نعتِ رسولِ مقبول {صلی اللہ علیہ وسلم} کو اثاثۂ حیات بنایا۔ شاکرَ بیگ نے فروغِ نعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ نوجوان نسل کو نعت گوئی کی طرف راغب کیا ہے۔ سی ڈی اے اسلام آباد میں ملازم ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

نبی جی {صلی اللہ علیہ وسلم} در پہ آیا ہے سوالی
دریدہ پیرہن اور ہاتھ خالی

کوئی سمجھے بھلا کیا تیرا رتبہ
خدا کے بعد تیری ذات عالی

وہ جس نے رنگ بخشے ہیں فضا کو
وہ جس سے چاند تاروں نے ضیا لی

خدا کے بعد جس کی عظمتیں ہیں
رسولُ اللہ {صلی اللہ علیہ وسلم} نے وہ مسند سنبھالی

ہُوئے وہ سرخرو دونوں جہاں میں
کہ جن پر اک نظر آقا {صلی اللہ علیہ وسلم} نے ڈالی

دوبارہ اپنی اُمّت پہ نظر کر
تو ہے اسلام کے گلشن کا مالی (۱)

کہتا ہے اک عالم وہاں جاری ہے فیضِ بیکراں
پر میں کہ آدابِ گدائی جانتا کوئی نہیں
انوارِ رُوئے مصطفیٰ ﷺ شمسُ الضحیٰ بدرُ الدُّجیٰ
یوں تو نبی آئے بہت پر آپ سا کوئی نہیں
شاکرؔ سکونِ دل فقط ملتا ہے ان کی یاد سے
یادِ نبی ﷺ سے بڑھ کے اب دل کی دوا کوئی نہیں (۲)

حواشی

○ (۱) یہ نعت شریف اور مندرجہ بالا معلومات محمد صفدر حسرتؔ نے فراہم کی ہیں۔
○ (۲) مجلّہ "عروج" فتح جنگ۔ شمارہ نمبر ۴۔ ص ۷

شاکرؔ القادری، سیّد ابرار حسین

اصل نام سیّد ابرار حسین ہے مگر قلمی نام شاکرؔ القادری سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ یکم اگست ۱۹۵۹ء کو اٹک کے ایک سادات گھرانے میں آنکھ کھولی۔ مختلف رسائل و جرائد مثلاً ماہ نو، عصمت کراچی، اظہار کراچی، اٹک نامہ اٹک، اسلوب، اٹک فیسٹیول، کلاچٹا وغیرہ میں ان کے مقالات شائع ہو چکے ہیں۔ محفلِ شعرو ادب اٹک کے رکن اور ضلع کونسل کے سالانہ مجلّہ اٹک فیسٹیول کے مدیرِ معاون ہیں۔ ضلع کونسل اٹک میں لائبریرین ہیں۔ حکیم عمر خیام کی کئی فارسی رباعیات کا منظوم اردو ترجمہ بھی کر چکے ہیں۔ طبیعت نعت گوئی کی طرف زیادہ مائل ہے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ تو خدا کہتا ہے

اُن کی توقیر گھٹائے گا یہ انساں کیسے
اَیُّکُمۡ مِثۡلِیۡ کے آئینے میں دیکھو تو ذرا
مِثۡلُکُمۡ کہنے سے وہ ہو گئے انساں کیسے
سَوۡفَ یُعۡطِیۡكَ فَتَرۡضٰی پہ ذرا غور کرو
اپنے محبوب کو خوش کرتا ہے یزداں کیسے
غمگسارِ دلِ افسردہ تو ہی ہے آقا ﷺ
بن ترے ہو گا مرے درد کا درماں کیسے
اک تری یاد ہے جو ساتھ مرے رہتی ہے
ورنہ مت پوچھ کہ کٹتی شبِ ہجراں کیسے
چاند کی سمت جو رُخ پھیرا، کٹا اس کا جگر
تاب نظارے کی لاتا مہِ تاباں کیسے (۱)

ای شہا! وصف و ثنایت می کند یزدانِ تو
ساحتِ کون و مکانش عرصۂ میدانِ تو
ای کہ از روشن جبینت ماہِ کامل را فروغ
چہرۂ خورشید روشن از رُخِ تابانِ تو
ذرّۂ از خاکِ بطحا غیرتِ صد آفتاب
رشکِ صد فردوسِ اعلیٰ گوشۂ بُستانِ تو
من ہوای خُلد میدارم نہ کوثر را ہوس
می کنم بس آرزوی سایۂ دامانِ تو
کی تواند کرد شاکرؔ شُکرِ انعامت مگر
از طفیلِ لُطفِ تو، از دولتِ فیضانِ تو (۲)

رسول برتر {ﷺ} مرے پیمبر {ﷺ}
میں آج اپنی تمام تر رُوسیاہیاں
لے کر تیرے دربارِ عفو و رحمت میں
جان و دل سے، بچشمِ نم، اعتراف کرنے ہُوا ہُوں حاضر
میں تیرا مُجرم ہوں، میرے آقا {ﷺ}
میں خاک کا اک حقیر ذرّہ تھا
تیری رحمت، ترے کرم سے، تری نوازش سے، رشکِ صد آفتاب ہُوں میں
میں سنگ تھا
تو نے میرے دل کو گُداز بخشا
تری نگاہِ کرم نے آقا {ﷺ} عطا کیا مجھ کو دردِ الفت
مگر میں نادان ہوں
کہ میں نے
وہ دیدۂ تر میں تیرتے آنسوؤں کی دولت، متاعِ اُلفت،
خزینۂ دردِ آشنائی، گُداز کا بے بہا خزانہ گنوا دیا ہے
میں پھر سے پتھر کا ہو گیا ہوں
میں جان و دل سے بہ چشمِ نم
اعتراف کرتا ہوں میرے آقا! {ﷺ}
میں تیرا مُجرم ہوں، میرے آقا! {ﷺ}
(۳)

حواشی

○ (۱) نذر صابری: گلدستہ۔ مطبوعہ اٹک۔ ۱۹۸۰ء ص ۲۲
○ (۲) مجلہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۹ء۔ ص ۱۸۳
○ (۳) ماہنامہ اٹک نامہ اٹک۔ جون ۱۹۹۴ء۔ ص ۱

شاہ ولایت شمس آبادی

مولانا سیّد ولایت شاہ علاقہ چھچھ کے معروف عالمِ دین سیّد مہتاب شاہ کے چشم و چراغ تھے۔ تعلّق موضع شمس آباد سے تھا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گھر میں ہی حاصل کی۔ آپ کو پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ کچھ عرصہ کیمبلپور (اٹک) کی جامع مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔

ان کا زیادہ کلام "نعتیہ" ہے۔ اردو کے علاوہ عربی، فارسی، پنجابی اور پشتو میں بھی طبع آزمائی کی ہے۔ کلام میں تخلّص شاہ ولایت ہی ملتا ہے۔ میاں فضل الٰہی کے پوتے حافظ محمد داؤد (جو شاہ ولایت کے تلامذہ میں سے تھے) کو ان کا بہت سا نعتیہ کلام ازبر تھا۔

ان کی تصانیف کی مکمل تعداد معلوم نہ ہو سکی البتہ مندرجہ ذیل تصانیف کی نشاندہی ہوئی ہے۔ ۱۔ بیاضِ شاہِ ولایت ۲۔ ریاضِ شاہِ ولایت ۳۔ خطباتِ شاہِ ولایت ۴۔ مجلس الاجلاس شاہِ ولایت ۵۔ نصیحت شاہِ ولایت ۶۔ عرض شاہِ ولایت ۷۔ بیوہ کی فریاد ۸۔ شراب کے لچھن۔

دسمبر ۱۹۳۹ء کے آخری ہفتہ میں فوت ہوئے۔ (۱)

نمونۂ کلام یہ ہے:

زمیں پر ذکر ہے ہر جا محمد مُصطفیٰ {ﷺ} تیرا
فلک پر بھی ہے تو چرچا مُحمد مُصطفیٰ {ﷺ} تیرا
ہزاروں انبیا دنیا میں تھے اعلیٰ سے اعلیٰ تر
ہُوا سب سے بڑا رُتبہ محمد مُصطفیٰ {ﷺ} تیرا
بھلا مخلوق سے کیا مدح گوئی ہو سکے حضرت {ﷺ}
ثنا خواں جب ہُوا مولا، مُحمد مُصطفیٰ {ﷺ} تیرا

حلاوت قلب تک پہنچی، جگر نے تازگی پائی
زباں پہ نام جب آیا محمد مصطفیٰ {ﷺ} تیرا
ٹھکانا امتِ عاصی کی بخشش کا نہ تھا حضرت {ﷺ}
وسیلہ ہے مگر اعلیٰ محمد مصطفیٰ {ﷺ} تیرا
اگرچہ نام کو شاہ ولایت کر دیا حق نے
گداگر ہوں مگر ادنیٰ محمد مصطفیٰ {ﷺ} تیرا

لازم ہے ہر بشر پہ اطاعت حضور {ﷺ} کی
بے مثل، بے عدیم تھی صورت حضور {ﷺ} کی
تورات میں، زبور میں، انجیل میں خدا
خلقت کو دے چکا تھا بشارت حضور {ﷺ} کی
جو کچھ تھا پاس، راہِ خدا میں لٹا دیا
مشہور ہے جہاں میں سخاوت حضور {ﷺ} کی
احمد {ﷺ} تھا نام اور تھا خیرُ البشر لقب
ختمُ الرسل ہے مُہرِ نبوّت حضور {ﷺ} کی
یوں تو بہت ہیں اور بھی نبیوں کی اُمتیں
خیرُ الامم مگر ہوئی اُمت حضور {ﷺ} کی
سردارِ انبیا ہوئے محبوبِ کبریا {ﷺ}
واللہ کیا تھی شانِ رسالت حضور {ﷺ} کی

سب خلق سے پہلے پیدا ہُوا وہ شاہِ رُسُل مکّی مدنی {ﷺ}
اور باعثِ کونِ دو عالم تھا وہ شاہِ رُسُل مکّی مدنی {ﷺ}

گر پیدا نہ ہوتے شاہِ رُسُل {ﷺ} معدُوم ہی رہتی خلقت کل
لولاک لما کا مظہر تھا وہ شاہِ رُسُل مکّی مدنی {ﷺ}
جب غارِ حرا میں جا بیٹھا اور ذکرِ خدا میں شاغل تھا
مبعُوث ہُوا محبُوبِ خدا وہ شاہِ رُسُل مکّی مدنی {ﷺ}
تب کفر و ضلالت دور ہوئی، دنیا سے جہالت دور ہوئی
اسلام کو پھر پھیلانے لگا وہ شاہِ رُسُل مکّی مدنی {ﷺ}
اب شاہؔ ولایت کی ہے دعا مری دل کی لگی کو بجھا دے خدا
کبھی خواب میں ہی مجھ کو دکھلا وہ شاہِ رُسُل مکّی مدنی {ﷺ} (۲)

حواشی

○ (۱) سکندر خان: دامنِ اباسین مطبوعہ لاہور ۱۹۹۳ء۔ ص ۳۱۹، ۳۳۳، ۳۳۴
○ (۲) نعتیہ کلام سکندر خان (مؤلف دامنِ اباسین) کی ذاتی ڈائری ۱۹۸۰ء سے لیا گیا ہے۔

شاہدؔ پانی پتی

شاہدؔ پانی پتی کا تعلّق پانی پت کے مُغل گھرانے سے تھا۔ میٹرک تک تعلیم پانی پت میں حاصل کی، قیامِ پاکستان کے بعد پر پانی پت سے کیمبلپور (اٹک) آ گئے تھے، اور یہیں رہائش پذیر ہوئے۔ محفلِ شعر و ادب اٹک کے نعتیہ مشاعروں میں بڑی سرگرمی سے حصّہ لیتے رہے۔ شاہدؔ پانی پتی ۱۹۶۶ء میں کراچی منتقل ہو گئے اور وہیں ۱۹۹۵ء میں اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے (۱)۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

ٹوٹے ہوئے دلوں کا سہارا تمھی تو ہو
"دل جس سے زندہ ہے وہ تمنّا تمھی تو ہو"
ساقی نگاہِ ناز کے صدقے ہزار بار

میرے تصوّرات کی دنیا تمہی تو ہو

شوقِ دیدار میں کیسا ہے سماں آج کی رات
وجد میں جھومتے ہیں کون و مکاں آج کی رات
غم زدوں کو بھی ملی دستِ ستم گر سے نجات
مضطرب دل کو میسّر ہے اماں آج کی رات
کہ دو تعظیم کو جھک جائیں سبھی جنّ و ملک
"عرش کی سمت محمد ﷺ ہیں رواں آج کی رات"
برکتیں ہوتی ہیں نازل شہِ بطحا ﷺ کے طفیل
کر لے تو صَلِّ عَلیٰ وردِ زباں آج کی رات

مستِ نگاہِ حُسن سے پوچھیے لُطفِ زندگی
اُن کا رُخِ جمیل ہے زینتِ محفلِ حیات
آنکھوں سے اشک بہ گئے، دل بھی تڑپ کے بول اٹھا
بھولا ہوں جب سے آپ ﷺ کو بھولا ہوں حاصلِ حیات
جلوے تڑپتے رہ گئے ان کے حریمِ ناز میں
رو کے سنا رہا تھا میں کیفیتِ دلِ حیات (۲)

حواشی

○ (۱) محفلِ شعر و ادب اٹک کے روحِ رواں نذر صابری سے گفتگو
○ (۲) نذر صابری: طرحی نعتیہ مشاعرے حصہ اول۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۹۴ء۔ ص ۹، ۱۴، ۲۲

شبّیر نعمانی باغدروی

پیر زادہ محمد شبّیر احمد نعمانی باغدروی ۴ جنوری ۱۹۵۲ء کو ممتاز عالمِ دین محمد عبدالصبور بیگ منشوَر کے ہاں پیدا ہوئے۔ قرآنِ کریم کی ناظرہ تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی، مروّجہ درسِ نظامی کی کُتُب اپنے والد سے پڑھیں۔ میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول نمبر ۲ گکھڑ منڈی سے پاس کیا۔ پھر گریجویشن تک کی تعلیم گورنمنٹ ڈگری کالج گوجرانوالہ سے حاصل کی، جبکہ ایم اے علومِ اسلامیہ کا امتحان پرائیویٹ طور پر پاس کیا۔ گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج گکھڑ منڈی سے سی۔ ٹی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۸۶ء سے گورنمنٹ سیکنڈری سکول حسن ابدال میں تدریسی فرائض انجام دیتے ہیں۔

انھیں علّامہ عبدالغفور ہزاروی علیہ الرحمہ کی مجالسِ ذکر میں شمولیت کا موقع ملا۔ سکول کی بزمِ ادب میں باقاعدگی سے شامل رہے۔ گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج کی تعلیم کے زمانے میں بزمِ اقبال کے نائب صدر کی حیثیت میں بزمِ نعت کی کئی محافل میں شامل ہوئے۔

۱۹۹۰ء میں دیارِ رسول ﷺ سے آپ کو بُلاوا آ گیا۔ اس سفرِ سعید میں محمد عبدالصبور بیگ منشوَر امیرِ کارواں تھے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

اے رسُولِ خدُا ﷺ تم پہ لاکھوں سلام
خاتم الانبیا ﷺ تم پہ لاکھوں سلام
رازدارِ دَنا ﷺ تم پہ لاکھوں سلام
شاہدِ کبریا ﷺ تم پہ لاکھوں سلام

مِری حالت ہے تم پر آشکارا یا رسولَ اللہ ﷺ
ذرا نظرِ کرم کا اک اشارہ یا رسولَ اللہ ﷺ

تمہارا آسرا ہے دونوں عالم میں مرے آقا ﷺ
سفارش حشر میں کرنا خدارا یا رسولَ اللہ ﷺ

اسی لمحے میں آقاؐ جھولیاں بھرنے کو آ پہنچے
محبت سے کسی نے جب پکارا "یا رسولَ اللہ ﷺ"

پہنچ جاؤں مدینہ میں، تمنّا ہے یہی میری
کروں میں تیرے روضے کا نظارا یا رسولَ اللہ ﷺ

اکیلا ہی نہیں شبیرؔ تیرے مدح خوانوں میں
ثنا خواں ہے خدا بھی خود تمہارا یا رسولَ اللہ ﷺ

محشر میں وہی سب کی بگڑی کو بنائیں گے
اُمت کی شفاعت کا سامان نرالا ہے

ہم عشق رسالت کو ایمان سمجھتے ہیں
یہ رحمتِ عالم ﷺ کا احسان نرالا ہے

سرکار ﷺ کے قدموں میں مَر مٹنے کی حسرت ہے
شبیرؔ ترے دل کا ارمان نرالا ہے (۱)

حاشیہ

(۱) شاعر مذکور سے نعتیہ کلام اور دیگر معلومات راقم نے بالمشافہ مل کر حاصل کی ہیں۔

شفقؔ انبالوی

اصلاً انبالہ کے رہنے والے تھے، ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ قیامِ پاکستان پر انبالہ سے کیمبلپور (اٹک) آ گئے۔ محفلِ شعر و ادب اٹک کے باقاعدہ رُکن تھے۔ محفلِ شعر و ادب کے نعتیہ مشاعروں میں جب شعر پڑھتے تو ایک عجیب سماں پیدا کر

دیتے تھے۔ قلعی گری کا کام کرتے رہے ہیں۔ نہایت وضع دار اور دُرویش سیرت انسان تھے۔ آخری عمر میں راولپنڈی منتقل ہو گئے اور پھر وہیں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

مضطرب سجدے ہوئے میری جبینِ شوق میں
پھر لبوں تک آستاں بوسی کے ارماں آ گئے

ہو کے اُمّی عالموں کو درسِ انسانی دیا
ظلم بھاگا، رحم چھایا، ظلِّ یزداں آ گئے

کعبہ جھوما، بُت گرے شانِ محمد ﷺ دیکھ کر
اے شفقؔ جبریلؑ بن کے ان کے درباں آ گئے

ساری راتوں میں عجب رات ہے معراج کی رات
دو کریموں کی ملاقات ہے معراج کی رات

پردہ اک میم کا حائل تھا اَحد احمد ﷺ میں
ایک پُر اَسرار ملاقات ہے معراج کی رات

مانگ لے صدقہ محمد ﷺ کا خدا دیتا ہے
دولتِ رب کی وہ بہتات ہے معراج کی رات

بندگی میری ہے تو ساری خُدائی تیری
یہ محمد ﷺ سے ہُوئی بات ہے معراج کی رات (۱)

حاشیہ

(۱) نذر صابری: طرحی نعتیہ مشاعرے حصہ اول۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۹۴ء۔ ص ۸، ۱۸، ۲۴

صابرؔ مٹھیالوی، غلام مہدی

اصل نام مرزا غلام مہدی ہے۔ ۲۹ جون ۱۹۱۱ء کو چنیوٹ میں عبداللہ خان کے گھر پیدا ہوئے۔ پانچ برس کی عمر میں والد کا انتقال ہو گیا تو اپنی والدہ کے ہمراہ ضلع اٹک کے معروف گاؤں مٹھیال شریف میں آ گئے۔

۱۹۱۷ء میں جب گورنمنٹ پرائمری سکول مٹھیال کا اجرا ہوا تو پہلی جماعت میں جن لڑکوں نے داخلہ لیا' ان میں مرزا غلام مہدی کا نام بھی شامل ہے۔ ہر امتحان میں اوّل آیا کرتے تھے۔ ۱۹۲۴ء میں مڈل ورنیکلر فائنل کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۷ء میں جے وی میں داخلہ لیا۔ جے وی کا امتحان پاس کرنے کے بعد محکمۂ تعلیم میں مُعلّم کی حیثیت سے مختلف مقامات پر طویل عرصے تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

مرزا غلام مہدی کو حضرت علاء الدین علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمہ سے بہت زیادہ محبّت تھی' اسی لیے اپنا تخلّص "صابر" اختیار کیا۔ انھوں نے اپنی تصنیف "گُلِ صد برگ" کا انتساب بھی حضرت علی احمد صابر کلیری علیہ الرحمہ کے نام کیا ہے۔ صاؔبر مٹھیالوی صوم و صلوٰۃ کے بڑی سختی سے پابند تھے۔ دعائے حزبُ البحر کے عامل تھے۔ سادہ غذا کھاتے' سادہ لباس پہنتے' مہمانوں کے لیے کھانا بڑے اہتمام سے تیّار کرواتے تھے۔ ہمیشہ مہمانوں کے انتظار میں رہتے۔ اگر دروازے پر کوئی فقیر آ جاتا تو اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے تھے۔

صاؔبر مٹھیالوی نے یہ کتابیں لکھیں:

۱۔ گُلِ صد برگ (مجموعۂ شعر) مطبوعہ ۲۔ احکام النجوم (علم نجوم) غیر مطبوعہ ۳۔ گیسوئے اردو مطبوعہ ۴۔ دیوانِ صاؔبر (مجموعۂ کلام) غیر مطبوعہ ۵۔ ۱۶۳ مسلمان مؤلفین۔ غیر مطبوعہ ۶۔ مسیح موعود (ردِّ مرزائیت) مطبوعہ ۷۔ کتاب النجوم (علمِ نجُوم) غیر مطبوعہ ۸۔ ترجمہ صحیفہ کاملہ (حضرت سیدنا امام زین العابدینؓ کی دعاؤں کا منظوم ترجمہ) غیر مطبوعہ ۹۔ منظوم ترجمہ سورۂ فاتحہ غیر مطبوعہ ۱۰۔ منظوم ترجمہ سورہ البقرہ غیر مطبوعہ ۱۱۔ تاریخ شاہانِ مُغلیہ۔ مطبوعہ ۱۲۔ سیرت و کردار (دو جلدیں) مطبوعہ

روزنامہ تعمیر راولپنڈی ۱۳۔ مقالاتِ صاؔبر (مختلف رسائل میں لکھے گئے مقالات کا مجموعہ) غیر مطبوعہ۔ ۱۴۔ جزیرۂ پنہاں۔ مطبوعہ۔ ۱۵۔ آثار النجوم (علمِ نجوم) غیر مطبوعہ۔ ۱۶۔ ظہور امام مہدی (مطبوعہ)

صاؔبر نے مختلف موضوعات پر گراں قدر مقالات لکھے ہیں جو مختلف رسائل و جرائد سالک' آستانہ' شاہکار (لاہور)' چغتائی (کراچی)' اداکار (لاہور)' شاعرہ (کراچی)' ترقی اٹک' کنول (کراچی)' کوہستان (کراچی)' دارالفرقان' گُلِ خنداں (لاہور)' سدا بہار (لاہور) وغیرہ کی زینت بنے تھے۔ ایک طویل عرصہ تک روزنامہ تعمیر راولپنڈی میں سیرت و کردار کے زیرِ عنوان مختلف مذہبی مضامین لکھتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر اخبارات روزنامہ جنگ' نوائے وقت وغیرہ میں بھی ان کے مقالات چھپے تھے۔

صاؔبر مٹھیالوی نے ۱۹۲۷ء میں مشقِ سخُن کا آغاز کیا تو ایک غزل کی اصلاح کے لیے ڈاکٹر غلام جیلانی برؔق کے پاس گئے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ کہہ کر غزل واپس کر دی کہ تم اس میدان کے مرد نہیں ہو لہٰذا شاعری چھوڑ دو۔ لیکن انھوں نے ہمّت نہ ہاری۔ اور جن اساتذۂ فن سے اصلاح لی' ان میں جلیلؔ مانکپوری' ریاضؔ خیر آبادی' سرشاؔر کسمنڈوی' سیمابؔ اکبر آبادی' منظرؔ صدیقی اور دلؔ شاہجہانپوری کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

فدائے سخُن صاؔبر مٹھیالوی کو سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضور نبیٔ کریمؐ سے بہت محبّت تھی۔ اکثر فراقِ طیبہ میں اشک پروتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ انسپکٹر محکمہ تعلیم اٹک نے انھیں مجبور کیا کہ ایک قصیدہ گورنر پنجاب کی شان میں کہا جائے لیکن انھوں نے انکار کر دیا کہ میں نے خدا عزّوجل اور رسولُ اللہ ﷺ سے عہد کیا ہُوا ہے کہ متاعِ سخُن کو کسی دوسرے کی قصیدہ گوئی سے مُلوّث نہ کروں گا۔

فدائے سخُن صاؔبر مٹھیالوی کو ۶ نومبر ۱۹۸۳ء کو رات ۸ بجے خون کی قے آئی اور ۷۲ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

موت آئی اور صابر رہ گئے
دل میں سب ارماں دلِ ناکام کے

۶ نومبر سہ پہر جب جنازہ اٹھا تو کہرام برپا ہو گیا۔ جنازے میں نہ صرف عوام بلکہ شعرا، ادبا اور معززینِ علاقہ کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ جسدِ خاکی کو ۳ بجے مٹھیال شریف میں سپردِ خاک کیا گیا۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

آج وہ دن ہے کہ پیدا سرورِ عالم ﷺ ہوئے
آج پیدا افتخارِ دودۂ آدم ہوئے
آدمی تھا آدمیت کا سبق بھولا ہوا
بھائی چارے کا، محبت کا سبق بھولا ہوا

اک نگہِ کرم کا ہلکا سا اے کاش اشارہ ہو جائے
دکھ درد نوشتے میں جو ہے، کافور وہ سارا ہو جائے
نے تاج و تخت کا خواہاں ہوں، نے مال و زر کا سودائی
اے کاش میسر دنیا میں اک تیرا سہارا ہو جائے

انساں بھی، فرشتے بھی محمد ﷺ کے ثنا خواں
کونین کا ہر فرد ہے شیدائے محمد ﷺ
محتاجِ مسیحا نہیں بیمارِ محمد ﷺ
ہے اس کی دوا شربتِ دیدارِ محمد ﷺ
اللہ رے صابر کے مقدر کی سعادت
کہتے ہیں اسے شاعرِ سرکارِ محمد ﷺ

پیروئ مصطفیٰ ﷺ ہے پیروی اللہ کی
طاعتِ باری اطاعت ہے رسول اللہ ﷺ کی
چلا چل مسافر مدینے چلا چل
مدینے کی جنت میں جینے چلا چل
مدینے کی گلیاں ہیں جنت کی گلیاں
طلب گارِ جنت! مدینے چلا چل (۱)

اے خوشا بخت ہے کیا پیارا سماں آج کی رات
عرش کی سمت محمد ﷺ ہیں رواں آج کی رات
کوئی دیکھے تو ذرا آدمِ خاکی کا عروج
لے گیا طالعِ بیدار کہاں آج کی رات
ایک ہی آن میں پہنچے بھی، پھرے بھی واپس
قابَ قوسین کہاں، فرش کہاں آج کی رات
ربعِ مسکوں پہ بہار آئی ہوئی سی دیکھو
نظر آتی ہے ہر اک چیز جواں آج کی رات (۲)

حواشی

○ (۱) صابر مٹھیالوی کے بارے میں تمام معلومات و واقعات اور منظومات مندرجہ ذیل مقالے سے ماخوذ ہیں۔ احوال و آثار صابر مٹھیالوی (قلمی) از عبدالعزیز ساحر
○ (۲) اشعار نذر صابری نے عنایت فرمائے ہیں۔

صالح، صالح محمد خان

صالح محمد علاقہ چھچھ کی معروف علمی اور ادبی شخصیت خواجہ محمد خان اسد کے

بڑے صاحبزادے ہیں۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ گریجویٹ بھی ہیں۔ ادب سے گہرا لگاؤ انھیں ورثہ میں ملا ہے۔ آج کل پاکستان برّی فوج میں خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ شعر و شاعری سے خاص لگاؤ ہے۔ اکثر نعتیں ہی کہتے ہیں (۱)۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

صبا مدینے میں جا کر سلام کہہ دینا
ہے اشکبار اک ادنیٰ غلام، کہہ دینا

ہزار بار میں لیتا ہوں نامِ احمدِ پاک ﷺ
ہے ان کے نام میں کیفِ دوام، کہہ دینا

کسی بشر کا جہاں پر گماں پہنچ نہ سکے
وہ ہے حضور ﷺ کا اعلیٰ مقام، کہہ دینا

تمام رات نہ فرقت میں اُن کی، نیند آئی
صبا تو جا کے یہ میرا پیام کہہ دینا

یہی ہے التجا صالحؔ کی تجھ سے اے زائر
درِ حضور ﷺ پہ جا کر سلام کہہ دینا

جو ایک لمحہ نہ آئے تیرا خیال آقا ﷺ
تو سانس لینا بھی ہو جائے گا محال آقا ﷺ

غمِ حیات کی چھٹ جائے گی گھٹا اک دن
بہار بن کے جو آئے ترا جمال آقا ﷺ

عطا فقیرِ حرم کو ہو سوز و سازِ حیات
ہو اس کے نطق کا رہبر تیرا بلالؓ آقا ﷺ

اگر خلوص و محبّت سے درس دے واعظ

زمانہ میرے نبی ﷺ کا غلام ہو جائے
چمن کے سارے گُلوں پر نکھار آ جائے
وظیفہ اپنا صلوٰۃ و سلام ہو جائے

وطن کے سارے شہیدوں کی رُوحیں جھوم اٹھیں
اگر حضور ﷺ کا نافذ نظام ہو جائے

کسی خطاب کی حاجت نہیں مجھے صالحؔ
گدائے کُوئے محمد ﷺ ہی نام ہو جائے (۲)

حواشی

(۱) سکندر خان: دامنِ اباسین مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۹۳ء۔ ص ۳۸۷
(۲) محمد روح اللہ خان، حاجی: ارمغانِ چھچھ، مطبوعہ اٹک ۱۹۸۴ء۔ ص ۱۳۶

طارق سلطانپوری، عبدالقیوم خان

حسن ابدال کے شمال کی جانب ایبٹ آباد کے بائیں کنارے کوئی سات میل کے فاصلے پر وادی ہرو میں "سلطان پور" کے نام سے ایک گاؤں آباد ہے۔ عبدالقیوم خان طارق سلطانپوری اسی گاؤں میں ایک علمی خاندان میں ۵ جون ۱۹۴۱ء کو پیدا ہوئے۔ میٹرک کا امتحان حسن ابدال سے پاس کیا۔ بعد میں دورانِ ملازمت کراچی سے منشی فاضل، فاضلِ اردو کے امتحانات پاس کیے اور کراچی یونیورسٹی سے گریجویشن کی۔ پھر ۱۹۷۲ء میں کراچی یونیورسٹی سے فارسی میں ایم - اے کا امتحان پہلی پوزیشن میں پاس کر کے سَندِ امتیاز حاصل کی۔ رُوحانی تربیت حضرت قبلہ محی الدین شاہ المعروف بابو جی گولڑوی سے حاصل کی۔ نیشنل بینک کراچی میں برانچ مینیجر کی حیثیت سے بیس سال تک اپنے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دیتے رہے۔

ان کے کلام میں فکرِ اقبالؒ و احمد رضاؒ کے عشق و گداز کی ایمان آفریں جھلک نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہے۔ انھوں نے درجنوں نعتیں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کی زمینوں اور ردیف و قوافی میں کہی ہیں۔ ایک نعت میں تقلیدِ رضاؔ کے جذبے کا یوں اظہار فرمایا ہے:-

موج زن جذبۂ تقلیدِ رضاؔ ہے دل میں
اسی جذبہ سے لکھا ہے یہ قصیدہ تیرا

طارقؔ سلطانپوری نے مولانا احمد رضاؔ خاں بریلوی کے مشہورِ زمانہ سلام کے تمام اشعار کی دو تضمینیں "بارانِ رحمت" اور "بُرہانِ رحمت" لکھی ہیں۔ ایک چھپ چکی ہے، دوسری چھپنے والی ہے۔

تضمین نگاری کی طرح تاریخ گوئی بھی ایک مشکل ترین فن ہے۔ مگر طارقؔ سلطانپوری اِس فن میں بھی باکمال نظر آتے ہیں۔

طارقؔ سلطانپوری کا تخلیقی کام درجِ ذیل ہے۔ ان میں سے بیشتر کتابیں ہنوز تشنۂ طباعت ہیں:-

○۱۔ علائقِ بخشش ۱۴۱۳ھ (نعتیہ کلام) ○۲۔ چادرِ بخشش ۱۴۲۰ھ (نعتیہ کلام) ○۳۔ مضراب (غزلیات) ○۴۔ آوازۂ حق (سیاسی نظمیں) ○۵۔ تاریخ راج ۱۴۱۵ھ (کُتب و رسائل پر تاریخی قطعات) ○۶۔ ربابِ تاریخ ۱۴۲۶ھ (ممتاز علماء و مشائخ کرام کے وصال پر قطعات) ○۷۔ خیابانِ عقیدت (مناقب) ○۸۔ بارانِ رحمت (سلامِ رضاؔ پر پہلی تضمین) ○۹۔ بُرہانِ رحمت (سلامِ رضاؔ پر دوسری تضمین) ○۱۰۔ چادرِ رحمت۔ زیرِ ترتیب (قصیدۂ بُردہ شریف کا منظوم اردو ترجمہ)

نمونۂ کلام یہ ہے:

کردار کی اخلاق کی عظمت تری سیرت

مجموعۂ ہر خیر و سعادت تری سیرت
تابندہ و پائندہ حقیقت تری سیرت
ناقابلِ تردید صداقت تری سیرت
ہر دور کا رہبر ہے ترا اُسوۂ کامل
ہر عہد کا منشورِ ہدایت تری سیرت
مذکور ہے اس میں تری ایک ایک ادا کا
قرآن سے ظاہر تیری صُورت، تری سیرت
طارقؔ پہ خدا نے بڑا احسان کیا ہے
مرغوب ہے اس کو تری سُنّت، تری سیرت

آئینۂ کونین کا جوہر تری سیرت
پیشانیٔ دارین کا جھومر تری سیرت
دلداری و غم خواری و شفقت ترا کردار
فیضِ اَتم و خیرِ سراسر تری سیرت
ہر عہد کا غوّاص گہر یاب ہے اس سے
اَسرار و معارِف کا سمندر تری سیرت

وہ دو جہاں میں رہیں مہرباں، ہم اس کے سوا
نہ کوئی شوق، نہ کوئی مُراد رکھتے ہیں
کرم کریں گے سرِ حشر بھی وہ طارقؔ پر
کریم اپنے غلاموں کو یاد رکھتے ہیں

میرے سرکار (ﷺ) کے جو چاہنے والے ہوں گے
حشر کے روز وہ رضواں کے حوالے ہوں گے

تہنیت زائرِ طیبہ تجھے، تو نے دل کے
خوب جی کھول کے ارمان نکالے ہوں گے

جلوۂ رُوئے محمد (ﷺ) کا ہے واصِف طارِق
اس کی تُربت میں اجالے ہی اجالے ہوں گے

طاہر مسعود قاضی

طاہر مسعود قاضی ۲۲ اگست ۱۹۶۵ء بمقام ہمک تحصیل فتح جنگ ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مسعود احمد قاضی ہے۔ قبیلہ اعوان الملقّب بہ قاضی سے تعلّق رکھتے ہیں۔ ایم اے، ایل ایل بی (شریعہ) کا امتحان پاس کرنے کے بعد کچہری اٹک میں وکالت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ انہیں راہِ نعت پر باقاعدہ لگانے والے اصغر بریلوی ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

تری ہر طرف جلوہ سامانیاں ہیں
تری ہر طرف نُور افشانیاں ہیں

فلک پر بھی تیرے ترانے بجے ہیں
زمیں پر بھی تیری ثنا خوانیاں ہیں

شرف یہ کسی اور کو کب ملا ہے
فلک سے پرے تیری مہمانیاں ہیں

ثنائے محمد (ﷺ) میں، ہر لفظ طاہر
گدائے محمد (ﷺ) کی جولانیاں ہیں

مدینے کی گلیاں جو ہم دیکھتے ہیں
محمد (ﷺ) کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

غلامانِ احمد (ﷺ) کو ہر لحظہ طاہر
رواں ہم بہ سُوئے حرم دیکھتے ہیں

ظہیر، ظہیر احمد خان

ظہیر احمد خان ظہیر ۱۹۴۰ء میں ڈھوک شرفا اٹک کے ایک زمیندار گھرانے میں پیدا ہُوئے۔ اٹک کالج سے بی اے، گارڈن کالج راولپنڈی سے ایم اے اردو، پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات اور پنجاب یونیورسٹی لا کالج سے ایل ایل بی کے امتحانات پاس کیے۔ آج کل اٹک میں وکالت کرتے ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

زندگی دشت میں گزاری ہے
شاہِ طیبہ (ﷺ) کرم کی باری ہے

آ رہی ہے بہشت سے آواز
رُت مدینے کی کتنی پیاری ہے

آپ (ﷺ) پیدل مگر غلام سوار
عدل کی بات بھی نیاری ہے

نام لیوا ہوں ان کا میں بھی ظہیر

جن کی روحُ القُدُس سواری ہے

میں ثنائے حضور ﷺ کیا لکھوں
بے ہُنر، بے شعور ہوں آقا
مدح خوانوں میں نام لکھ لیجے
یہ تمنا ضرور ہے آقا
آپ ﷺ نے جس جگہ قدم رکھا
وہ زمیں رشکِ طور ہے آقا

عارِفؔ، منظور الٰہی

منظور الٰہی عارفؔ کا تعلّق اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ سے اور والدہ کا تعلّق حضرو ضلع اٹک سے تھا۔ یکم ستمبر ۱۹۲۴ء کو حضرو میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں گارڈن کالج راولپنڈی سے بی اے کا امتحان پاس کرنے کے بعد ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن میں ملازم ہو گئے۔ صرف ایک ماہ بعد ملازمت چھوڑ کر لا کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد ضلع اٹک میں وکالت شروع کر دی۔

منظور الٰہی عارفؔ نے ۱۹۴۰ء سے باقاعدہ شاعری شروع کی۔ پہلے تخلص سائرؔ صدیقی اختیار کیا لیکن بعد میں قتیلؔ شفائی کے کہنے پر اپنا تخلص عارفؔ رکھ لیا۔ شعری مجموعہ "لہر لہر دریا" چھپ چکا ہے۔ ۳۰ نومبر ۱۹۸۰ء کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

حضور ﷺ! آپ کا مقصد عظیم، کام عظیم
حضور ﷺ! آپ عظیم، آپ کا مقام عظیم

حضور ﷺ وقت کے سینے میں جو کدورت تھی
اسے مٹانے کو الہام کی ضرورت تھی
حضور ﷺ اٹھے تو اک انقلاب لے کے اٹھے
شب سیاہ میں اک آفتاب لے کے اٹھے
مگر حضور ﷺ کے بعد اس جہاں پہ کیا گزری
غریب و بے کس و آشفتہ جاں پہ کیا گزری
حضور ﷺ! درد بھری داستاں ہے طولانی
ہے اس میں موجزن انسان کے خوں کی طغیانی
سیاہ پردوں میں ڈھانپا گیا رُخِ خورشید
حیات چیخ اُٹھی ہو کے صبح سے نومید
ہوا کچھ ایسا جہاں پر ملوکیت کا نزول
کہ دب کے رہ گئے انساں کی زندگی کے اصول
سیاہ کاروں نے اہلِ یقیں کو لوٹ لیا
خدا کے نام پہ اہلِ زمیں کو لوٹ لیا (۱)

حاشیہ

○ (۱) منظور الٰہی عارفؔ: لہر لہر دریا مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء۔ ص ۴۶، ۴۷

عاجزؔ، مشتاق احمد

مشتاق احمد عاجزؔ یکم اپریل ۱۹۴۴ء کو ملک احمد خاں اعوان کے گھر پیدا ہوئے۔ آبائی گاؤں سیدھن (تحصیل و ضلع اٹک) ہے۔ ۱۹۶۰ء میں میٹرک کا امتحان گورنمنٹ پائیلٹ سیکنڈری سکول اٹک سے پاس کیا، گورنمنٹ کالج اٹک سے ۱۹۶۴ء میں بی

اے کیا، ۶۶-۱۹۶۵ء میں بی ایڈ، ۱۹۶۹ء میں ایم اے اردو اور بعد ازاں ۱۹۷۴ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے ادارہ تعلیم و تحقیق سے ایم ایڈ کیا۔

ضلع اٹک کے مختلف مڈل اور ہائی سکولوں میں تدریس کے فرائض سرانجام دینے کے بعد اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر اور ڈپٹی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر رہے۔ اب گورنمنٹ ہائی سکول نمبرا فتح جنگ کے ہیڈ ماسٹر ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

لفظ جو نامحرمِ نطق و زباں ہیں یا نبی {ﷺ}
آپ کی مدحت کو ان لفظوں کا مادہ چاہیئے
بے سروسامان ہوں یا رحمتہ للعالمیں {ﷺ}
آپ کی رحمت ضرورت سے زیادہ چاہیئے

تیری نسبت سے ہے توقیر مری لوگوں میں
تو الگ ہو تو مری ذات میں کیا رکھا ہے
تو نہ مل پائے تو کیا اور خدا سے مانگوں
جز ترے ارض و سماوات میں کیا رکھا ہے

خوشنما الفاظ مرے، دلنشیں میرا بیاں
میری باتوں میں مگر سچائی کا عُنصُر کہاں
مصلحت نے مجھ سے حق گوئی کی جرأت چھین لی
خوف اور لالچ نے جذبوں کی صداقت چھین لی
جھلملا کر بجھ گئے احساس کے روشن دیئے

جھوٹ کو سچ کہہ دیا میں نے خوشامد کے لیئے
شب کی تاریکی کو میں نور سحر کہنے لگا
گمراہی میں راہزن کو راہبر کہنے لگا
پیکرِ صدق و صفا کہنے لگا مکار کو
جانِ اخلاص و وفا کہتا رہا غدار کو
جھوٹ کے پُتلوں کو سچائی کا پیکر کہہ دیا
اور نادانوں کو دانائی کا جوہر کہہ دیا
ظالموں کو عدل کا، انصاف کا بانی کہا
قاتلوں کو درگزر کرنے میں لاثانی کہا
سوچتا ہوں آج شانِ مصطفیٰ {ﷺ} میں کیا کہوں
کیا انھی لفظوں میں تعریفِ محمد {ﷺ} بھی کروں
لفظ جو اپنی حقیقت، اپنے معنی کھو چکے
روح جن کی مر چکی، جو لفظ بے جاں ہو چکے
لفظ جو بیچے گئے ہر شاہ کے دربار میں
لفظ جو رسوا ہوئے ہیں کوچہ و بازار میں
ہو انھی لفظوں میں تعریفِ شہنشاہِ جہاں {ﷺ}
ایسی گستاخی نہ کر پائے گی عاجز کی زباں
نعت کہنا چاہتا ہوں اور کہہ پاتا نہیں
شانِ محبوبِ خدا {ﷺ} میں کچھ کہا جاتا نہیں
شوقِ گویائی ہے لیکن گنگ ہے میری زباں
اب کوئی اسلوب جچتا ہے، نہ اندازِ بیاں

اب نئے الفاظ کے پیکر تراشوں، کیا کروں
ایسا کر پاؤں تو اپنے بے ہنر لب وا کروں

حق ادا ہو کس طرح نعتِ شہِ ابرار (ﷺ) کا
میں قصیدہ گو ہوں شاہِ وقت کے دربار کا

"بیچ کے فن، کر کے توہینِ ہُنر زندہ ہوں میں
وارثِ لوح و قلم (ﷺ) نادم ہوں شرمندہ ہوں میں

اے مرے واحد خدا کے آخری سچے نبی (ﷺ)
نعت کہنے کو عطا ہو از سرِ نو زندگی

آپ کا نام اس طرح لوں، نامور ہو جاؤں میں
نعت ایسی جاوداں لکھوں، اَمر ہو جاؤں میں

عاشقؔ الٰہی بخش

الٰہی بخش عاشقؔ کی جائے پیدائش فتح جنگ بتائی جاتی ہے۔ یہیں وفات ہوئی۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

فسق و فجور تھا کہیں کبر و غرور تھا
ہر دل کا شیشہ سنگِ جہالت سے چور تھا

رحمانیت سے تھے وہ بہت دور جا چکے
شیطانیت کا ان کے دلوں میں فتور تھا

اس دکھ بھری زمیں پہ یکایک ہوا کرم
یہ گنجِ فیضِ ذاتِ نبی (ﷺ) کا ظہور تھا

پھیلی جہاں میں چار سو وحدت کی روشنی

ہر ذرۂ زمینِ عرب رشکِ طور تھا

یکسر تمیزِ حاکم و محکوم مٹ گئی
پہلے جو بے حضور تھا، اب باحضور تھا

خیرُ الانام (ﷺ) آئے، فطرت کا دین لائے
صلِ علیٰ کے نغمے سب عرشیوں نے گائے

آنا ترا مبارک او جاہ و شان والے
خوشیاں منا رہے ہیں سارے جہان والے

تیرے لئے خدا نے ارض و سما بنائے
صلِ علیٰ کے نغمے سب عرشیوں نے گائے

عبدُالرّحمٰن چمکنی

پشاور کے موضع چمکنی سے نقل مکانی کر کے علاقہ چھچھ ضلع اٹک کے موضع سلیم خان میں سکونت پذیر ہوئے اور یہیں ۱۹۱۹ء میں وفات پائی۔ فارسی زبان میں نہایت عمدہ اشعار کہتے تھے جس کے کچھ نمونہ جات غور غشتی میاں عبدالحق کے قلمی بیاض میں موجود ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

خدا را رحمے اے بادِ صبا کن
گذر بر شہرِ آں خیر الوریٰ (ﷺ) کن

پس از تقدیم و تسلیم و تحیّات
بہ پیشش عرضِ حالِ ایں گدا کن

نذارم طاقتِ دوری ازیں بیش
خدا را رحمتے بر حالِ ما کن

زِ ہجراں تابہ کے رنجور باشم
زیک دیدارِ خود مارا دوا کن

ہمیں است آرزویم کز عنایت
سگِ خُودِ را بسُوئے خُودِ ندا کُن

عبدالمجید

مُلّا عبدالمجید علاقہ چھچھ کے گاؤں رحموں ضلع اٹک میں ۱۲۶۰ میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا کوہستان (سوات) سے ہجرت کر کے علاقہ چھچھ آئے اور رحموں میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ رحموں کی مسجد میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ۱۳۰۰ھ میں ایک کتاب "حکایت الابرار" کے نام سے لکھی۔ اس کتاب میں مختلف فقہی مسائل اور بہت سی حکایات کو منظوم پنجابی میں ترتیب دیا ہے۔ زبان بڑی سادہ اور پر تاثیر ہے۔

نمونہ کلام یہ ہے:

ہوئی اسدے نور تھیں ساری موجودات
ہوئے اسدی خاطری ماہ دن تے رات

ہوئی اسدے نور تھیں جنّت باغ بہار
ہوئے اس دے نور تھیں حور، قصور، انوار

جسدی صفت اللہ نے کیتی وچ قرآن
میں عاصی تھیں صفت اسدی ہوندی نہ بیان

حاشیہ

○ (۱) ارشد محمود ناشاد: ضلع اٹک دے پنجابی شاعر مطبوعہ اٹک۔ ۱۹۹۵ء۔ ص ۳۱، ۳۲

محمد عظیمؔ بھٹی

محمد عظیم بھٹی یکم دسمبر ۱۹۳۶ء کو شینہ باغ خورد ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۲ء میں گورنمنٹ ہائی سکول کیمبلپور (اٹک) سے میٹرک اور ۱۹۵۷ء میں گورنمنٹ کالج اٹک سے بی اے کیا۔ ۱۹۶۳ء میں پشاور یونیورسٹی سے ایم اے اردو کیا۔ بعد ازاں پنڈی گھیپ اٹک، لاہور اور راولپنڈی میں مختلف حیثیتوں سے مختلف اداروں میں ملازمت کرتے رہے۔ ۱۹۵۷ء سے قومی ادارہ برائے تحقیقِ تاریخ و ثقافت، اسلام آباد سے وابستہ ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

مجھ سے عاصی پر حضور ﷺ اتنا کرم فرمائیے
سرمہ میری آنکھ کا خاکِ حرم فرمائیے

دشمنِ دیں اس کو گھیرے ہیں چہار اطراف سے
یا رسول اللہ ﷺ! امت پر کرم فرمائیے

فروغؔ، پروفیسر غلام ربّانی

پروفیسر غلام ربّانی فروغؔ اٹک ہی میں پیدا ہوئے، تعلیم و تربیت کی تمام منازل اپنے شہر میں طے کیں۔ ایئر فورس میں چوبیس سال خدمات سرانجام دینے کے بعد ڈی سی آفس میں اسسٹنٹ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ پھر گورنمنٹ ڈگری کالج پنڈی

گھیپ میں پنجابی کے لیکچرار مقرر ہوئے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

بہارِ گلشن کونین ہی کی مہربانی ہے
اسی سے ساری شادابی، اسی سے گُلفشانی ہے

بہاریں اور بھی آئیں مگر محدود عرصے تک
بہارِ آخرِ دوراں بہارِ جاودانی ہے

مُنوّر ہے، معطّر ہے، مبارک ہے، مُقدّس ہے
وہ محفل جس جگہ صَلِّ عَلیٰ کی نغمہ خوانی ہے (۱)

بہت اُلجھا لیا ہے خارزارِ زیست نے اس کو
یہ سائل آپ کا ہو گُل بداماں یا رسولَ اللہ (ﷺ)

کرم کی اک نظر مجھ کو متاعِ ہر دو عالم ہے
یہی حسرت یہی میرا ہے ارماں یا رسولَ اللہ (ﷺ)

میں اپنے منہ سے کیا مانگوں، وہی کچھ دیجئے مجھ کو
کہ ہو شانِ کرم کے جو بھی شایاں یا رسولَ اللہ (ﷺ)

نوازیں آپ جس خوش بخت کو طوقِ غلامی سے
کرے کیوں خواہشِ تختِ سُلیماں یا رسولَ اللہ (ﷺ) (۲)

حواشی

(۱) نذر صابری: گلدستہ مطبوعہ اٹک ۱۹۸۰ء ص ۲۷

(۲) مجلہ اٹک فیسٹیول ۱۹۹۲ء حصہ خیابان ادب۔ ص ۲

کلیمؔ، ڈاکٹر سعد اللہ خان

ڈاکٹر سعد اللہ خان کلیمؔ کھٹڑ اور چشتی نظامی خاندان سے تعلُّق رکھتے ہیں۔ ۱۹۲۵ء میں ضلع اٹک کے ایک معروف گاؤں "ناڑہ شریف" میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۵۰ء میں میٹرک، ۱۹۵۷ء میں بی اے اور ۱۹۶۱ء میں ایم اے کیا۔ ۱۹۸۶ء میں "اُردو غزل کی فکری اور تہذیبی بنیادیں" کے موضوع پر ایک گراں قدر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

جو شخص آپ (ﷺ) کے قدموں کی دھول ہوتا نہیں
تو اس کا کوئی بھی سجدہ قبول ہوتا نہیں

جمالِ مصطفوی (ﷺ) کی کرن نہ اُترے اگر
زمین پہ جلوۂ حق کا نزول ہوتا نہیں

ہَوا مدینے کی جب تک نہ مَس کرے دل کو
یہ ایسا غُنچہ ہے جو کِھل کے پُھول ہوتا نہیں

ترے حضور سبھی فاصلے ہیں بے مفہوم
کہ روشنی کا کوئی عرض و طول ہوتا نہیں

ترے غلام پہ سب اعتماد کرتے ہیں
ترا غلام کبھی بے اصول ہوتا نہیں (۱)

اپنے اخلاص و محبّت کا بھی سرمایہ دیکھ
کچھ تو ہو زادِ سفر عزم سفر سے پہلے

آج سورج بھی نگاہوں میں مرے جچتے نہیں

میں کہ ذرّہ بھی نہ تھا ان کی نظر سے پہلے
سب چھلکتے ہُوئے دریاؤں کو سیراب کریں
تو وہ بادل ہے جو صحراؤں پہ برسے پہلے
شعر جن کے لئے کہتا ہوں، ملیں گے وہ بھی
پھُول کھلتے ہیں درختوں پہ ثمر سے پہلے

دنیا کی فضاؤں میں بھٹکتے ہوئے ذرّے
حلقے میں ترے چاند ستارے نظر آئیں
ہیں ڈوبتے لمحے، انھیں آواز اگر دوں
ہر موج کے دامن میں کنارے نظر آئیں
رحمت کا یہ انداز بھی مخصُوص ہے ان سے
سب کے ہیں مگر ہم کو ہمارے نظر آئیں (۲)

حواشی

○ (۱) مجلہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۷ء ص ۱۹۶
○ (۲) نعتیں نذر صابری نے فراہم کی ہیں

کوثر جعفری، مُحمد صادق

۱۰ جولائی ۱۹۲۴ء کو کیمال (تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک) میں اللہ دِتّہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی۔ فارسی فاضل کرنے کے لئے کمبرٹیال میں علاّمہ عبدالمجید کے مدرسے میں داخل ہوئے اور علاّمہ موصوف سے صرف، نحو، منطق، حکمت، فلسفہ، معانی، بیان، مناظرہ، حدیث اور علم الکلام کی کتابیں

سبقاً سبقاً پڑھیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد حکمت شروع کی اور ساری زندگی اسی پیشے سے وابستہ رہے۔ شاعری میں فدائے سخن صابرؔ مٹھیالوی سے اصلاح لیتے رہے۔ انھوں نے کھوڑ میں ادارہ فروغِ اردو قائم کیا۔ اس ادارے کے زیرِ اہتمام مشاعرے، مذاکرے اور تنقیدی اجلاس ہوتے رہے ہیں۔ ان کی تصانیف گلہائے عقیدت، گلدستۂ عقیدت، زبورِ ولایت، جذبۂ خلیل اور ادب پارے منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ (۱)

نمونۂ کلام یہ ہے:

یہ وہ حلقۂ فیض و عرفاں ہے جس میں
خواص آ گئے ہیں، عوام آ گئے ہیں
خدا سے خدائی کو آگاہ کرنے
خدا کا مجسّم پیام آ گئے ہیں (۲)

حواشی

○ (۱) ارشد محمود ناشاد: ضلع اٹک دے پنجابی شاعر۔ مطبوعہ لاہور۔ ۱۹۹۵ء۔ ص ۶۳
○ (۲) نذر صابری: طرحی نعتیہ مشاعرے۔ حصہ اول۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۹۴ء۔ ص ۲۹

مُحسِنؔ، ملک محسن عبّاس

ملک محسن عباس محسنؔ موضع جھمٹ کے ایک معزّز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ڈگری کالج اٹک سے بی ایس سی کیا اور پھر پنجاب یونیورسٹی سے بی ایڈ کرنے کے بعد شعبۂ تدریس سے منسلک ہو گئے۔ آج کل اٹک میں ہی اے ای او کے عہدے پر فائز ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

ترے نام کے صدقے میں آقا نبیوں نے جہاں کو فیض دیا

موسیٰؑ کا عصا ہے تیری عطا، عیسیٰؑ کی شفا ممنون تری
کیا اس سے بڑھ کر اے محسنؔ اعزاز مجھے مل سکتا ہے
میں اس ہستی کا ذاکر ہوں جس کی ہے ثنا خوان ذاتِ جلیؒ (۱)

حاشیہ

○ (۱) مجلہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۷ء۔ حصہ سبدِ گل۔ ص ۵، ۲۲

منشورؔ، محمد عبدالصبور بیگ

محمد عبدالصبور بیگ منشورؔ کیم مارچ ۱۹۲۳ء کو خواجہ پیر محمد عبدالغفور بیگ کے ہاں ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔

محمد عبدالصبور بیگ منشورؔ نے ۱۹۳۴ء میں چہارم جماعت کا وظیفہ کا امتحان پاس کیا۔ چند ماہ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور میں گزارے۔ پھر مولانا محب النبی کے پاس تھوڑا عرصہ قیام کیا۔ دو سال گجرات میں مولانا عبدالغفور ہزاروی کے پاس رہے۔

تحریکِ پاکستان کے خاموش اور سرگرم مجاہد ہیں۔ تحریک پاکستان میں مولانا ظفر علی خان کے شانہ بشانہ رہے ہیں۔ انھوں نے جمعیتِ علماءِ پاکستان، جمعیت مشائخ، جماعتِ اہلِ سنت جیسی تنظیموں میں بھی پاکستان کی بقا کے لئے کام کیا ہے۔

انھوں نے تصنیفات کے میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کی چند تصنیفات یہ ہیں:

○ شہسوارِ کربلا ○ محسنِ عالم ﷺ ○ معلمِ کائنات ﷺ (انک لعلی خلق عظیم) ○ انوارِ رحمت ○ پیکرِ اعجاز ○ سراج منیر (قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین کی تفسیر) ○ انوارِ مصطفیٰ ﷺ (سیرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ)

○ انوار الصلوٰۃ ○ انوار الکوثر ○ انوار الصیّام ○ نغمۂ نور ○ حیاتِ جاودانی ○ سوانح عمری حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی ○ سفرنامۂ منشورؔ ○ خطباتِ منشورؔ ○ مکتوباتِ منشور ○ دیوانِ منشور

منشورؔ ہزاروی نے "سلامِ رضا" سے متاثّر ہو کر اسی بحر میں سلام لکھا ہے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

محمد مصطفیٰ ﷺ کہئے، حبیبِ کبریا کہئے
خدا کے بعد بس وہ ہیں، پھر ان کے بعد کیا کہئے
فقط جبریلؑ نے دیکھا ہے اندازِ خرام ان کا
جمالِ کہکشاں کو بس انہی کا نقشِ پا کہئے
غبارِ راہِ طیبہ، سُرمۂ اہلِ بصیرت ہے
یہی وہ خاک ہے جس خاک کو خاکِ شفا کہئے
جب ان کا ذکر آئے، بھیجئے ہدیے درودوں کے
جب ان کا نام آئے، مرحبا صَلِّ عَلیٰ کہئے
خدا ہی جانتا ہے، مرتبہ ان کا دو عالم میں
ہیں وہ خیر الانام ﷺ، ان کو امام الانبیاء کہئے

درود کی نہ فضیلت سے جو ہُوا آگاہ
وہ زندگی میں سکون و ثبات کیا جانے
جسے حضور ﷺ سے حاصل شرف ہو نسبت کا
غمِ حیات غمِ کائنات کیا جانے
جو اُن کے نقشِ قدم کی نہ کر سکا تقلید

وہ زندگانی میں راہِ نجات کیا جانے

ہے والضحیٰ میں وصفِ رُخِ پاک کا بیاں
واللیل میں قسم ہے اسی زلف و خال کی
مظہر ہیں آپ ﷺ رحمتِ حق کے ظہور کا
قدرت ہے آپ ﷺ ہی سے عیاں لایزال کی
جس کی تجلّیاں ہیں سرِ عرش جلوہ ریز
تعریف کون کر سکے اس کے کمال کی
منشورؔ جب سے عشقِ محمد ﷺ ہُوا عطا
حاجت نہیں رہی مجھے اب جاہ و مال کی

سیّد میر احمد شاہ

سید میر احمد شاہ شوال المکرم ۱۳۲۵ھ کو ضلع اٹک کے معروف گاؤں مرزا میں سیّد جعفر شاہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ ہائی سکول کیمبلپور (اٹک) سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۸ء میں گارڈن مشن کالج راولپنڈی سے بی اے اور ۱۹۳۰ء میں لا کالج لاہور سے ایل ایل بی کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۳۱ء میں وکالت شروع کی۔ مولانا ظفر علی خان کی تحریکِ اتحادِ ملّت میں شامل ہوئے تھے۔ نشتر گورنمنٹ میں مشیرِ مال کے عہدہ پر فائز رہے ہیں۔ ضلع اٹک مسلم لیگ کے صدر اور آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن بھی منتخب ہوئے۔ مسلم لیگ کے ساتھ وفاداری اور تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں خدمات کے اعتراف میں ۱۹۸۸ء میں انہیں گولڈ میڈل بھی دیا گیا تھا۔

۱۷ جون ۱۹۸۹ء کو ۸۴ سال کی عمر میں ملکِ عدم کے راہی ہوئے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

مِرے دامن کو تو نے بھر دیا ہے
چراغِ راہ روشن کر دیا ہے
ترا احسان ہے شاہِ دو عالم ﷺ
مِرے سجدوں کو اپنا در دیا ہے
درودِ پاک کا یہ معجزہ ہے
کہ ہر محفل کو میٹھا کر دیا ہے

حقیقت بھی علاوہ اس کے کیا ہے
خدا مالک تو قاسم مصطفیٰ ﷺ ہے

اَغثنی یا رسولَ اللہ ﷺ بگویم
دہن از نامِ پاک تو بشویم
منم خواہم ہوائے شہرِ طیبہ
ز تو شاہِ امم ﷺ امداد جویم

نادر وحید

نادر وحید کا تعلق علاقہ چھچھ کے معروف گاؤں حاجی شاہ سے ہے۔ کچھ عرصہ تک کچہری اٹک میں کام کرتے رہے۔ بعد ازاں اپنے گاؤں حاجی شاہ میں ایک پرائیویٹ سکول کھول لیا ہے۔ پہلے تخلّص وحید اور بعد میں نادرؔ اختیار کر لیا ہے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

جس میں بسی ہوئی ہے محبّت حضورُ ﷺ کی
اس دل پہ لاکھ بار ہو رحمت حضورُ ﷺ کی

پڑھتے رہو درود یُونہی دل لگی کے ساتھ
ہوتی رہے گی تم پہ عنایت حضور ﷺ کی

یا رب یہی دعا ہے، یہی ہے طلب مری
محشر میں ہو نصیب شفاعت حضور ﷺ کی

قدُسی بھی جس کی گردِ کفِ پا نہ پا سکے
وہ اوج، وہ مقام، وہ رفعت حضورُ ﷺ کی

کنکر چھپے ہوئے تھے جو کافر کے ہاتھ میں
تسلیم کر رہے تھے صداقت حضور ﷺ کی (۱)

حاشیہ

○ (۱) مجلہ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۹ء حصہ خیابانِ ادب۔ ص ۱۳

ناشادؔ، ارشد محمُود

اٹک کے نوجوان نعت گو شعرا میں ارشد محمود ناشادؔ کا نام نمایاں ہے۔ راجپوت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا خاندان بہت پہلے جودھ پور (انڈیا) سے نقل مکانی کر کے پنڈی گھیپ کے گرد و نواح میں آباد ہو گیا تھا۔ والد کا نام اصغر علی ہے۔ ناشادؔ یکم جنوری ۱۹۷۰ء کو ڈومیال تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ کالج اٹک سے بی اے کا امتحان پاس کیا۔

تصانیف یہ ہیں: ○ آغوشِ گُل (شاعری) ○ ابھی تک تم نہیں سمجھے (شاعری) ○ آبروئے ہر دو سرا (بہ اشتراک) ○ مقالاتِ برق (مرتبہ) ○ ضلع اٹک

دے پنجابی شاعر ○ اپنا گراں ہووے ○ اشلوک (منظوم ترجمہ کلام بابا فرید علیہ الرحمہ)۔ آخری دو کے علاوہ باقی سب مطبوعہ ہیں۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

عشق احمد ﷺ اگر نہ ہو دل میں
زہد و تقویٰ فضول ہو جائے

اس کو دنیا امام کہتی ہے
جو ترے در کی دھول ہو جائے

نام تیرا سجے جو ہونٹوں پر
دل کا غنچہ بھی پھول ہو جائے

تیری نظر کرم کے صدقے میں
میری توبہ قبول ہو جائے

ذات تیری اگر نہ ہو رہبر
آدمی بے اصول ہو جائے

اس کامل و اکمل کا ہے ہر طور ہی "وکھرا"
ہر گام وہ اعدا کے لئے ہو دعا ہے

اک اسم محمد ﷺ ہی ہے ہر درد کا درماں
اک اسم محمد ﷺ ہی ہر اک دکھ کی دوا ہے

ہو درد کے مارے ہوئے لوگوں کو "وِدھائی"
سرکار ﷺ کا در مصدر اکرام و عطا ہے

گل ہے کہ مہک سے ہی کل عالم ہے معطر

اُمّی ہے کہ ہر علم کی حد اس کا کہا ہے

جس در کی ہوس آدمؑ و موسیٰؑ کو رہی ہے

اللہ رے محمودؔ اسی در کا گدا ہے

طیبہ کی ہوا مولا، جالی کی چمک مولا ﷺ

اس گنبدِ خضریٰ کی بس ایک جھلک مولا ﷺ

جو لفظ ترے منہ سے نکلا، وہی آیت ہے

کیا ماند کرے اس کو ہیرے کی دمک مولا ﷺ

اس شخص کو رہبر کی کچھ "لوڑ" نہیں ہوتی

جو چوم کے آتا ہے طیبہ کی سڑک مولا ﷺ

اعجاز نہیں تیرا تو اور یہ کیا شے ہے؟

صحراؤں میں پھیلی ہے پھولوں کی مہک مولا ﷺ

در ہجر و فراقِ تو، من بے کس و ناشادم

بسیار پریشانم در شہرِ اٹک مولا ﷺ

نذرؔ صابری، چودھری غلام محمد

نذرؔ صابری نے مدینۃُ الاولیا ملتان شریف میں ایک علمی خاندان میں یکم نومبر ۱۹۲۳ء کو آنکھ کھولی۔ تعلیم و تربیت کے تمام مراحل جالندھر میں طے ہوئے۔ نام چودھری غلام محمد ہے۔ ۱۲ دسمبر ۱۹۴۴ء کو ان کے چھوٹے بھائی نذر احمد کا صرف چودہ سال کی عمر میں انتقال ہو گیا تو اپنے نام کے ساتھ اپنے بھائی کے نام کا سابقہ بطور تخلّص اختیار کر لیا۔ ستمبر ۱۹۴۴ء میں نذرؔ صابری صوفی نواب الدین چشتی صابری ردا سی سے

بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سے منسلک ہو گئے۔ اسی نسبت سے صابری کہلاتے ہیں۔

۱۹۴۵ء میں اسلامیہ کالج جالندھر سے بی اے آنرز کی ڈگری لی۔ پنجاب یونیورسٹی سے ڈی ایل ایس کا امتحان بھی پاس کیا۔ قیامِ پاکستان پر لاہور آ گئے۔ ۱۹۵۳ء میں پرائیویٹ طور پر ایم اے فارسی کیا۔ تقریباً چھتّیس برس گورنمنٹ کالج اٹک میں بطورِ کتابدار، علم کے پیاسوں کی آبیاری کی، اسی دوران مجموعی طور پر دس برس تک فارسی کی تدریس کا اضافی کام بھی سرانجام دیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۳ء کو اپنی ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔

ضلع اٹک کے نادِر مخطوطات کے حصول، ان کے تحفظ اور اشاعت کے لئے ۱۹۶۳ء میں مجلسِ نوادراتِ علمیہ اٹک کا قیام عمل میں آیا۔ نذر صابری مجلس کے بانی اور سیکرٹری ہیں۔ مجلس کی اہم دریافت وہ کتبہ کامرہ ہے جو کنشک کی یومِ پیدائش پر خصوصی روشنی ڈال رہا ہے۔ مجلس نے اسے ۱۹۶۵ء میں ایک باوقار تقریب میں ٹیکسلا میوزیم کو بلامعاوضہ پیش کر دیا تھا۔

نذرؔ صابری کی مطبوعہ کتب یہ ہیں: ○ واماندگیٔ شوق (نعتیہ کلام) ○ گلدستہ (انتخابِ نعت) (مرتبہ) ○ آبروئے ہردوسرا (مضامینِ سیرت) (مرتبہ) ○ تذکرہ علامہ صوفی نواب دین ردا سی چشتی صابری علیہ الرحمہ

۱۹۵۷ء میں انہوں نے محفلِ شعر و ادب اٹک کے قیام کا اعلان کر کے سرزمینِ اٹک میں فروغِ نعت میں اہم کردار ادا کیا ہے چودھویں صدی کے آخری روز کا نعتیہ مشاعرہ خصوصی تذکرے کا مستحق ہے۔ اس مشاعرے کی روداد نذر صابری نے "گلدستہ" کے نام سے شائع کر دی ہے۔ (۱)

نمونۂ کلام یہ ہے:

اوڑھوں گی غبار رہ بطحا کی چنریا
اس رنگ میں طے ہو جو سفر، کیسا لگے گا
کانوں میں مرے، سلکِ دُرر کیسی لگے گی
گردن میں مری عقدِ گہر کیسا لگے گا
تعظیم کو خم ہوتی کمر کیسی لگے گی
دیدار کو اٹھتا ہوا سر کیسا لگے گا

کسی کو تخت ملا، تاج خسروانہ ملا
کسی کو تیغ ملی زور ترکمانہ ملا
کسی کو سوز ملا، جذبِ عاشقانہ ملا
کسی کو حسن ملا، نازِ دلبرانہ ملا
کسی کو عقل ملی، علم کا خزانہ ملا
کسی کو سجدے ملے، گریہ شبانہ ملا
کسی کو کشف ملا، ذوقِ عارفانہ ملا
کسی کو خامہ، مسکینِ شاعرانہ ملا
یہ سب نقوش ہیں باطل، یہ سب فنون ہیں خام
اگر جبیں کو محمد ﷺ کو نقشِ پا نہ ملا (۲)

جان ایماں آ گئے، ایمان ایماں آ گئے
شان یزداں آ گئے، شایان یزداں آ گئے
جب خیال آیا کبھی ان کے رخ پرنور کا

ذہن میں گویا جہاں بھر کے گلستاں آ گئے
لوح پر مشکل سے لکھا تھا قلم نے اُن کا نام
مرتبے سارے لپک کر زیرِ عنواں آ گئے (۲)

کسی کی ہے یہ تمنّا نصیب میں اس کے
طوافِ روضۂ خیرُ الانام ﷺ ہو جائے
کسی کا شوق کہ جی بھر کے چوم لے جالی
قبول اس کا درود و سلام ہو جائے
کسی کا دل ہے کہ اس طور خواب میں آئیں
کہ اس کا نیند سے اٹھنا حرام ہو جائے
کسی کی ہے یہ دعا بیدمؔ و رضاؔ کی طرح
جہانِ نعت میں حاصل مقام ہو جائے
یہ آرزو ہے کسی کی کہ روبرو ان کے
مثالِ شمع پگھل کر تمام ہو جائے
مری دعا ہے کہ ہر فرد پر ہو رحمتِ خاص
ہر ایک شخص پہ فیضانِ عام ہو جائے
غبارِ راہِ مدینہ، لباس ہو میرا
نیاز و نذرؔ کا اظہار تام ہو جائے (۳)

حواشی

○ (۱) نذرؔ صابری کے بارے میں تمام معلومات مندرجہ ذیل مقالات سے اخذ کی گئی ہیں۔
(الف) عبدالستار: نذرؔ صابری، ایک تعارف بشمول واماندگیٔ شوق مطبوعہ اٹک ۱۹۹۳ء

(ب) محمد رفیق، پروفیسر: لالۂ صحرائی۔ اٹک فیسٹیول ۱۹۸۷ء

(ج) محمد تحسین حسین، سید: اٹک کی علمی و ادبی تنظیمیں بشمول اٹک فیسٹیول ۱۹۸۷ء

⊙ (۲) نعت (ماہنامہ) لاہور۔ جولائی ۱۹۹۵ء۔ ص ۳۷۶، ۳۷۷

⊙ (۳) نذر صابری: واماندگیٔ شوق مطبوعہ اٹک ۱۹۹۳ء۔ ص ۱۷

نعیمؔ، مرزا اقبال بیگ

مرزا اقبال بیگ نعیمؔ شاہ پوری ۳۰ اگست ۱۹۱۸ء کو شاہ پور نزد شمس آباد ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام مرزا بہادر بیگ برلاس تھا۔ انھوں نے ۱۹۳۲ء میں شعر و سخن کی ابتدا کی۔ اقبال نعیمؔ ۱۹۶۰ء تک مرزا تخلص کرتے تھے، بعد میں نعیمؔ تخلص کرنے لگے۔ آپ کو پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے شرفِ بیعت حاصل تھا۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کے حالات و سوانح پر ۱۹۶۰ء میں ایک کتاب حیاتِ جاوداں (منظوم) لکھی۔ ۱۹۸۶ء میں فوت ہوئے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

محمد مصطفیٰ صلِ علیٰ محبوبِ سُبحانی
ہیں جس کے لطف کے مرہونِ منت باقی و فانی
وہ محبوبِ خدا، مطلوبِ کُل، فخرِ بنی آدم ﷺ
وہ مسجودِ ملائک، رحمتِ حق، مُرسلِ اعظم ﷺ
وہ جس کا حُسنِ سیرت مشعلِ راہِ بصیرت ہے
وہ جس کا رُوئے روشن مصدرِ نورِ ہدایت ہے
وہ جس کے فیض نے کلیا پلٹ ڈالی زمانے کی
حقیقت فاش کر دی لات و عُزیٰ کے گھرانے کی
دلائی مخلصی جس نے غلاموں کو، اسیروں کو

عطا کی جس نے آ کر مسندِ شاہی فقیروں کو
اگر اس در سے مجھ کو صدقہ حسنینؓ مل جائے
نعیمِؔ بے نوا کو شوکتِ دارین مل جائے (۱)

محمدُ مصطفیٰ ﷺ صَلِّ علیٰ وہ شافعِ محشر ﷺ
محمد ﷺ رحمتِ عالم، محمد قاسمِ کوثر
وہ جس کا نامِ نامی باعثِ تزئینِ ہستی ہے
وہ جس کے نام سے میخانۂ الفت میں مستی ہے
پڑھا کرتے ہیں جس کی نعت طائر آسمانوں کے
کیا کرتے ہیں جس کا ذکر ذرّے دو جہانوں کے
جو مسجودِ ملائک افتخارِ انبیا نکلا
جو زیبِ بزمِ عالم، زینتِ عرشِ عُلا نکلا
رسولوں میں شرف جس کو ملا مسند نشینی کا
بھلا لگتا ہے جس کو تاجِ ختم المرسلینی کا
وہ جس کے نور سے شمس و قمر میں ضَو فشانی ہے
مزیّن جس کے نقشِ پا سے بزمِ آسمانی ہے
وہ جس کے ذکر پر عرشِ بریں جُنبش میں آتا ہے
حریمِ حق تعالیٰ جس کی خاطر جگمگاتا ہے
شبِ اسریٰ مچی تھی دھوم جس کی آسمانوں پر
وہ جس کا ذکر جاری ہے ملائک کی زبانوں پر
وہی صادق جو بن کر پیکرِ خُلقِ عظیم آیا

وہ ملہم جو برنگ معنیٔ حُسن قدیم آیا (۲)

حواشی

○ (۱) شاعرِ مذکور کی یہ نعت اور کوائف عبدالعزیز ساحؔر نے مہیا کیے۔

○ (۲) مرزا اقبال بیگ نعیم شاہ پوری: حیاتِ جاوداں۔ مطبوعہ اٹک ۱۹۶۰ء ص ۱۲، ۱۳

واحدؔ، محمد صلاح الدین

صاحبزادہ محمد صلاح الدین واحدؔ رضوی مفتی محمد ریاض الدین ریاضؔ کے فرزند ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں پیدا ہوئے۔ ان کی نعتیں مختلف جرائد و رسائل ضیائے حرم لاہور، ماہنامہ نعت لاہور، ماہنامہ القول السدید لاہور، ماہنامہ اٹک نامہ وغیرہ کی زینت بن چکی ہیں۔ دو نعتیہ انتخاب ترتیب دے رہے ہیں۔ احمد رضاؔ بریلوی علیہ الرحمہ کے مشہورِ زمانہ سلام "مصطفیٰ {ﷺ} جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" کی تضمین بھی لکھ رہے ہیں (۱)۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

جہاں میں ان {ﷺ} کی ضیا نرالی
خدا کی ان {ﷺ} پر عطا نرالی
ہے ان کا چہرہ ضُحیٰ کی صورت
ہے ان کی زلفِ دوتا نرالی
نہیں ہے ثانی جہاں میں ان کا
ہر ایک اُن کی ادا نرالی
قریں ہو احمدؔ قریں ہو احمد {ﷺ}
خدا نے دی ہے صدا نرالی

وہی ہیں واحدؔ پناہ سب کی
ہے جگ میں جن سے ضیا نرالی (۲)

کس زباں سے ہو بیاں عظمت رسولُ اللہ {ﷺ} کی
کر رہا ہے خودِ خُدا مدحت رسولُ اللہ {ﷺ} کی
خالقِ کونین وہ ہے، مالکِ کونین یہ
روز و شب کھاتے ہیں ہم نعمت رسولُ اللہ {ﷺ} کی
دشمنانِ جاں کو بھی دی ہیں دعائیں آپ نے
ہرکس و ناکس پہ ہے رحمت رسولُ اللہ {ﷺ} کی
یہ شرف کچھ کم نہیں ہے واحدِؔ رضوی مجھے
رات دن کرتا ہوں میں مدحت رسولُ اللہ {ﷺ} کی

رحمتِ دو جہاں آپ {ﷺ} کی ذات ہے
مُونسِ اِنس و جاں آپ {ﷺ} کی ذات ہے
آپ خیرُ البشر، آپ خیرُ الوریٰ {ﷺ}
حاصلِ کُن فکاں، آپ {ﷺ} کی ذات ہے (۳)

حواشی

○ (۱) کوائف شاعر سے براہ راست حاصل کیے گئے۔

○ (۲) ماہنامہ اٹک نامہ اٹک۔ جون ۱۹۹۴ء ص ۱۴

○ (۳) ماہنامہ القول السدید لاہور۔ جون ۱۹۹۵۔ ص ۱۱۲

سید صابر حسین بخاری

سید صابر حسین بخاری کی ایک نعت کے چند اشعار بھی ملاحظہ ہوں۔

سراپا ابتلا اُمّت ہے ساری یا رسولَ اللہ ﷺ
بڑھی جاتی ہے سب کی بے قراری یا رسولَ اللہ ﷺ

تصوُّر میں سدا رہتا ہے میرے گُنبدِ اَخضر
عقیدت میں بہت ہے اُستواری یا رسولَ اللہ ﷺ

سروں پر ہاتھ رکھتے ہیں یتیموں بے نواؤں کے
ہمیشہ آپ نے کی غمگُساری یا رسولَ اللہ ﷺ

مسلمانانِ پاکستان پر بھی اک نظر آقا ﷺ
یہاں ہو جائیں سب حق کے پجاری یا رسولَ اللہ ﷺ

فلسطیں میں یہودی بھیڑیئے ہیں اور مسلماں ہیں
وہاں جنگ و جدل رہتا ہے جاری یا رسولَ اللہ ﷺ

توجُّہ چاہتے ہیں آپ کی، کشمیر کے باسی
جہاں روتی ہیں سب بہنیں ہماری یا رسولَ اللہ ﷺ

☆☆☆☆☆
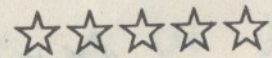
مقالۂ خصوصی

تحریر: رفیق احمد باجواہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الملک

اللہ کا فرمان ہے، اور اُس کی قدرت کا منشا بھی، کہ اللہ کے سوا حمد کسی کو سازگار نہیں کہ تخلیق کی تعریف دراصل خالق کی تعریف ہوتی ہے۔ حمد مصوّر کا حق ہے، تصویر فقط باعثِ حمد ہے۔ لیکن محمد ﷺ اُس ہستی کا لقب ہے جس کی حمد وہ اللہ کرے جس کے سوا کسی کی حمد حقائق کا اظہار نہیں۔ محمد ﷺ وجہِ نمودِ عالمین بھی ہیں اور عالمین کے لیے رحمت بھی۔ وہ وحی جو اللہ نے آپ ﷺ پر نازل کی، اگر کسی پہاڑ کے جسم پر نازل کی گئی ہوتی تو دنیا دیکھتی کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گیا ہوتا، رُوئی کے گالوں کی طرح اُڑ گیا ہوتا۔ اس وحی کے نزول کے لیے نظمِ کائنات میں رواں دواں سوز اور نُور کے امتزاج سے وہ قوّت وجود میں لائی گئی جس کے ذریعے لوحِ محفُوظ کی تحریر غارِ حرا میں پڑھی گئی۔ اور ایک بشر کا وجود وقت اور فاصلوں کو شکست دے کر عالمین کی سیر کر آیا کہ ابھی کُنڈی ہل رہی تھی، ابھی بستر گرم تھا۔

سوز و نُور کے اس امتزاج کا حامل عام بشر کا وجود نہیں ہو سکتا۔ رمضان اور جبریل یعنی سوز اور نور برق کے لازمی اجزا ہیں۔ یہ شرف حضور ﷺ کے وجود ہی کو حاصل ہے کہ اس نے اس قوت کو سمو لیا جس کے سمو لینے سے وجود مُنوّر ہو جاتا ہے۔ اور یہ تو ہر کوئی دیکھ رہا ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی کہ نُور وقت اور فاصلوں پر حاوی ہی نہیں ہوتا، اوقات اور فاصلے اس کی زد میں بھی ہوتے ہیں، اور اس کے محتاج بھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُس صلوٰۃ کے دوران جو ہر مومن کی معراج ہے، ہر صلوٰۃ گزار اللہ اور محمدٌ رّسُول اللہ ﷺ سے صیغۂ حاضر متکلّم میں مخاطب ہوتا ہے۔ اور اس عمل کے بعد شہادت لاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسُول ہیں۔ یہ نہیں کہتا کہ محمد

{ﷺ} اللہ کے رسول تھے۔ حاضر کی حقیقت بیان کرتا ہے، ماضی کا واقعہ بیان نہیں کرتا۔

سورۃ الفاتحہ کی سات آیات کی قراءت سے سات رنگ پیدا ہوتے ہیں۔ اور تحقیق شدہ مُسلّمہ اصُول اور کارِ کائنات ہے کہ سات رنگوں کے امتزاج سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔ یہ بھی تحقیق شدہ حقیقت ہے کہ آواز اصُولِ تخلیق ہے۔ اور "کُن" کا فیکون کے ساتھ تخلیقی رشتہ و رابطہ ہے۔ سورۃ الفاتحہ کی قراءت سے پیدا شدہ آواز اور اس کے رنگوں کے امتزاج سے پیدا شدہ نور کے استعمال اور اس کے نتائج سے آگاہی ہو جائے تو قلب مختوم نہیں رہتا۔ اور مطالب و دانشِ قرآن، آیاتِ قرآن کا فہم و ذکا قاری کے لیے **"نورٌ والھدیٰ"** بن جاتے ہیں۔ قرآن کی ہر آیت کا الگ مطلب ہی نہیں، ہر آیت کا اپنا ایک علیٰحدہ رنگ بھی ہے۔

واضح رہے کہ ہادی فقط راہ بتانے یا نشان دہی کرنے والے کو ہی نہیں کہتے، اس کو کہتے ہیں جو راہ بتاتا ہوا ساتھ ساتھ چلتا جائے، اور راہ نمائی کرتا ہوا آخری منزل تک لے جائے۔ ہر صراطِ مستقیم کی اپنی ایک منزل بھی ہوتی ہے۔ خالق و مخلوق کے درمیان، اُمّتی اور رسول {ﷺ} کے درمیان اگر اوقات اور فاصلے حائل ہو جائیں تو راہروؤں کا بے راہ ہو جانا اور بالآخر بے راہروؤں کا مغضوب ہو جانا مُقدّر ہو جاتا ہے۔

ہبُوطِ آدم سے لے کر آج تک انسانوں اور اُن کے اعمال کی تاریخ اِنھی سات رنگوں میں تقسیم ہے۔ اور بار بار اپنے آپ کو دُہراتی چلی جا رہی ہے۔ یہ سات رنگ سورۃ الفاتحہ میں پنہاں ہیں اور روشنی جب منقسم ہوتی ہے تو قوسِ قُزح میں نمایاں ہوتے ہیں۔ سبز رنگ نیلے اور پیلے کو ملا کر بنتا ہے اور انتہائے دانش و روحانیت کا نشان دہ ہوتا ہے۔ اس کے زیرِ اثر انسان کی فکر اور "امرِ رب" میں مسلسل ربط قائم ہو جاتا ہے۔ اور انسانی فکر کی صحیح پرورش و تربیت نمودار ہونے لگتی ہے۔ انسانی حیات بھی اِنھی سات رنگوں میں منقسم ہے۔ انسانی دماغ میں بھی سات خانے ہیں۔ اور اس میں بھی رنگوں کی وہی ترتیب ہے جو سورۃ الفاتحہ کی آیات میں مظہر ہے۔ چنانچہ ہر انسان پہلے رنگوں میں سوچتا ہے۔ یہ سوچ خیال میں ڈھل جاتی ہے، اور بالآخر الفاظ کلام یا تحریر میں ڈھلنا شروع کر دیتے ہیں۔

آج کا زمانہ ان رنگوں کی افراتفری کو کلام یا تحریر قرار دیتے رہنے کا عادی ہو گیا ہے۔ یوں جیسے خانۂ خُدا میں بت لڑھک رہے ہوں، یا مُفکّرِ پاکستان کا لباس کسی بھانڈ یا "شِیدا ٹلّی" نے پہن لیا ہو۔ انسانی دماغ کے مختلف خانوں میں رقصاں رنگوں کا تأثراتی امتزاج انسانی آنکھ کے نور کا مُعاوِن ہوتا ہے۔ گویا انسانی بینائی میں سورۃ الفاتحہ رُو بہ عمل ہے۔ ان رنگوں کا تعلّق اگر انسان کے وجود میں رقصاں و آراستہ "امرِ رب" سے قائم ہو جائے تو قرآن اپنی حکمت، اپنی ذکا، اپنا فہم مطلوب وضاحتوں کے ساتھ نمایاں کر دیتا ہے۔ **عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ** اور **يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ** میں یہی راز پنہاں ہے۔ ورنہ بغیر معانی سے آگاہی کے، یہ کبھی اَن پڑھوں اور معذوروں تک کو حِفظ نہ ہُوا ہوتا۔

"امرِ ربّی" کی زبان یعنی عربی اور انسان کی مادری زبان میں تعلّق پیدا کر دینا ہی نظمِ صلوٰۃ کا کمال ہے۔ انسانوں کی مادری زبانوں سے قطعِ نظر قرآن پاک دنیا میں آنے والے ہر انسان کی روح یعنی امرِ رب کی زبان میں ہے۔ زکوٰۃ گویا اس علمی حصُول اور تربیتِ نفس کی فیس ہے۔ جس کی ادائیگی ہر صلوٰۃ گزار پر فرض ہے۔ زکوٰۃ بے صلوٰۃ اور صلوٰۃ بے زکوٰۃ نامکمل عمل ہیں۔ مال پاک نہ ہو تو مَن کبھی پاکیزہ نہیں ہوتا۔ دوسری صُورت یہ ہے کہ صلوٰۃ گزار جمع مال سے اِس حد تک پرہیز کرے کہ مال مقرّرہ نصاب سے زائد نہ ہونے پائے۔ اور انسان اپنی جائز ضرورتوں سے زائد سبھی کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے۔

یہ امر بھی جزوِ ایمان رہے کہ مال و دولت امانت ہوتے ہیں، ملکیت نہیں۔ بانٹ دینے کے لیئے ہوتے ہیں، ذخیرہ کرنے کے لیئے نہیں۔ مال بجائے خود حاجت نہیں، حاجت روائی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ضرورتیں راہ نما ہو جائیں تو ترکیبوں کو نیک و بد میں تمیز میسر نہیں رہا کرتی۔ دولت و دانش کبھی کسی انسان کو بیک وقت ودیعت نہیں ہوتے۔ یہ حقیقت سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کے علمبرداروں پر واضح نہیں ہو سکتی۔ سرمائے پر دسترس ہونا اور حالات و واقعات پر دسترس کا حاصل ہونا مختلف ہی نہیں، متضاد کیفیتیں ہیں۔ عالمین کے لیے رحمت بھی ہونا، اور لباس کا پیوند زدہ بھی ہونا، سربراہِ حکومت ہونا اور کُھلے بندوں کھجور کے سائے میں سوتے ہوئے پایا جانا، عثمان سیٹھ ہونے کی بجائے عثمان

غنیؓ کا لقب پا جانا، فاتحِ خیبرؓ ہونا اور بوریا نشین ہونا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ طبع کا یہ عجز سورۃ الفاتحہ کا فیضان ہے۔

یہ اسی کی قراءت ہے جو انسان کو رکوع و سجود پر آمادہ کر دیتی ہے، اور انسانی خودسری کو اللہ کا عظیم و اعلیٰ ہونا تسلیم ہو جاتا ہے۔ آج کا زمانہ گھر کی بات کرتے ہوئے بیت المال کے تیل سے روشن کیا ہوا چراغ بجھا دینے والا حاکمِ وقت کہاں سے لائے گا۔ وہ لوگ کیا ہوئے جو خلافتِ رسول ﷺ کا عہدہ بر آ ہونے پر، تلقین کر رہے ہوں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں کوتاہی پاؤ تو میرے خلاف جہاد کرنا۔

انسانی دماغ اگر انسان میں موجود امرِ رب سے منسلک رہے تو انسانی فکر سورۃ الفاتحہ کی اطاعت گزار و پیروکار بن جاتی ہے۔ ایسا ہو تو حاکم ہونے کے بجائے، انسان اللہ کے احکام کا پابند خلیفہ بن جاتا ہے۔ فقط اللہ ہی کی حاکمیت قائم رہتی ہے، باقی تمام اِلٰہ کالعدم قرار پاتے ہیں۔ ہر حکومتی سربراہ ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ کی خُو اپنا لیتا ہے۔ مجسّم **اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ** جاتا ہے۔

دُنیوی راگ رنگ کی محفلوں میں بھی رنگ بکھرے نہ ہوتے تو یہ محفلیں فقط راگ کی محفلیں کہلواتیں، راگ رنگ کی محفلیں نہ ہوتیں۔ اسی طرح سورۃ الفاتحہ کی محفلوں میں بھی رنگ ہوتے ہیں مگر یہ رنگ مجتمع ہوتے ہوئے ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ باجماعت سورۃ الفاتحہ کی محفل ہوتی ہے۔ اس محفل میں انسانی فکر اور امرِ رب کی فکر ہم آہنگ ہو جاتی ہیں۔ اور انسانوں کے اندر اور بیرون نور اپنے اندر "**صلصلۃ الجرس**" سموئے رقصاں ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ رنگوں کے امتزاج سے تخلیق شدہ نور اور اس نور میں جو سوز کے ساتھ ملا کر نزولِ وحی کے لیے استعمال ہوا، امتیاز قائم رکھنا انسانوں کے لیے لازم ہے۔ آگ کی تپش اور نور کی حدّت میں تخلیقی فرق ہے۔ نوری و ناری کا امتیاز فطرت نے تخلیقِ آدم کے لمحات کے دوران ہی قائم کر دیا تھا جو آج تک جاری و ساری ہے۔ وہ نظامِ کائنات میں تقسیم کے باوجود استقلال دیتی ہوئی قوت یعنی رحمت نے بہ نفسِ محمد ﷺ وجود پذیر نہ ہونا ہوتا تو فرشتے بروئے آدمؑ سجدہ پذیر نہ ہوتے۔ نہ نار کی تخلیق

دُھتکار دی گئی ہوتی۔

انسانیت کو سورۃ الفاتحہ سے آگاہ کرنے والے کا انسانیت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ تمام تر انسانی قویٰ، انسانوں کا رُواں رُواں، انسانوں کی تمام تر صلاحیتیں قیامت تک اور اس کے بعد تمام تر لافانی زندگی میں سلام و درود بھیجتی رہیں تو بھی حق ادا نہیں ہو گا۔ سورۃ الفاتحہ انسانوں پر کائنات کے راز کھول دینے کے لیے اللہ کا ترتیب دیا ہوا نور ہے۔ جس کی وسعتیں نُورٌ علیٰ نُور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ جس طرح اللہ کے احسانات تسلیم کیے جاتے ہیں، ان کا بدلہ یا صلہ چُکایا نہیں جا سکتا، اسی طرح انسانیت کے لیے مُحمّدٌ رّسول اللہ ﷺ کے احسانات کا مکمل و کامل شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں۔

زمانہ چونکہ مقامِ محمد ﷺ سے آگاہ نہیں رہا۔ (اور ختمِ نبوّت کا یقین متنازعہ کر دیا گیا ہے) اس لیے اس حقیقت سے غیر آگاہ ہو کر رہ گیا ہے کہ محمد ﷺ کہتے ہی اس کو ہیں جس سے کبھی شکوہ، شکایت یا گلہ نہ ہونا آئینِ فطرت قرار پا چکا ہو۔ چونکہ اللہ کو آپ ﷺ سے کوئی شکوہ نہیں، فرشتوں کو بھی کوئی شکوہ نہیں، اس لیے اللہ بھی اُن پر درود بھیجتا ہے اور فرشتے بھی۔ چونکہ یہ بھی نظمِ عالمین ہے کہ کسی انسان کو بھی، کسی بھی حالت میں حضور ﷺ سے کوئی شکوہ نہیں ہو گا، اس لیے انسانوں پر بھی واجب ہے کہ آپ ﷺ پر درود بھیجیں۔ اور اس کے صلہ میں اپنی اولاد، اپنے والدین اور صالحین کے لیے مغفرت طلب کرنے کے حق دار بنیں۔

آج کا زمانہ "اُن کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں، کان ہیں مگر سُنتے نہیں، زبان ہے مگر گُونگے ہیں" جیسے افراد کا زمانہ ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ زمانہ فانی عقل کے اضداد کا زمانہ ہے۔ یہ لوگ لَوٹتے نہیں،۔۔۔ نہ امرِ رب کی طرف، نہ اپنی پہلی چیخ کی طرف، نہ آخری ہچکی کی طرف۔

سورۃ الفاتحہ کا ایک مقام یہ بھی ہے۔ کہ یہ "**سبع المثانی**" ہے کہ ترتیب کے لحاظ سے اس کے رنگوں اور ان کے اثرات کو بار بار دُہرایا گیا ہے۔ جس ترتیب سے اس سورۃ کی تلاوت کے وقت رنگ یکے بعد دیگرے اُبھرتے اور بالآخر مجتمع ہو کر "**نورٌ و**

"**الھدیٰ**" بن جاتے ہیں، اسی طرح قرآن پاک کی دیگر آیات اس ترتیب اور معانی و رنگ کی ترتیب کو قائم رکھتی ہیں۔ رنگوں سے نُور پیدا کرتی اور نور میں رنگ سموتی ہوئی یہ کتاب آیات، اللہ اور بندے کے درمیان فاصلوں کو یوں محدود کر دیتی ہے، جیسے کوئی صاحبِ کلام کو اس کا کلام سنا رہا ہو۔ اور صاحبِ کلام اس کی تلاوت کی ترتیل کو ترتیب دے رہا ہو، دعوت دے رہا ہو "**اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقْ**" اور حکم دے رہا ہو:
"**رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا**"

اِس مقام کے حصُول کے لیے مادی اغراض سے ماورا ہو کر مُزمّل ہونا ضروری ہے کہ مادی خزانوں اور ضمیر کی پہرہ داری بیک وقت ممکن نہیں۔ اور شیطان سے پناہ اللہ کے سوا اور کہیں میسر نہیں۔ جیسے نظامِ سرمایہ داری میں حصُولِ غنا ناممکن ہے، اسی طرح مادیت اور روحانیت کی ہم آہنگی بھی امکانی نہیں۔ "حق را بسجودے و صنماں را بطوافے" کا رویّہ مادیت سے تھپکیاں دلوا کر روحانیت کی معصومیت کو سُلا دینے کا عمل ہے۔ عبادت احکامِ الٰہی کی پابندی کا عمل ہے، مادی خواہشات کی بار آوری اور تکمیل کے لئے دعا گو ہونے کا عمل نہیں۔ اور انسانیت کی فلاح احکامِ الٰہی کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال لینے میں ہے۔

لوگو! اپنے افکار کی ترتیب کو سورۃ الفاتحہ کے مطابق کر لو۔ انسانی ذہن اور نظمِ کائنات میں مطابقت پیدا ہو جائے گی اور کائنات اپنے راز تم پر افشا کر دے گی۔ نظامِ کائنات سے آگاہی اور اس سے ہم آہنگی ہی انسانی فکر کی معراج ہے۔ بُت خانۂ آزر میں سجایا گیا آج کا انسان جب تک خُوئے ابراہیمی نہیں اپنائے گا، کعبۂ افکار میں بُتوں کا اجتماع رہے گا، خُوئے یزید برسرِ اقتدار رہے گی، اور افکارِ حسینؓ ماتم کی محفلوں کے نوحوں میں چُھپائے جاتے رہیں گے۔ افکار کی مرگ کبھی گِدھوں کو راغب کر رہی ہو گی، تو کبھی بھیڑیوں کو۔ کبھی نوچ لینا صالح عمل قرار پائے گا اور کبھی چیر پھاڑ دینا۔

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے احتساب اور آج کی سیاست کے مجوّزہ احتساب میں بڑا فرق ہے۔ یوں بھی روزِ حشر کی اسمبلی مجوزہ احتساب کے خوف سے برطرف نہیں کی جا

سکے گی۔ اس وقت کے صدر نشین کا نہ اپنا کوئی مفاد ہو گا، نہ اس کو خُودِ گرفتگی کا خوف ہو گا۔ ہر سُو سُورۃ الفاتحہ کی عملداری ہو گی۔ اس روز کسی نواب زادے کے صاحب زادے کی وزارت نہیں ہو گی، نہ کسی زردار کا زر کار آمد ہو گا۔ اللہ کا وارد کیا ہُوا انصاف ہو گا اور محمد ﷺ کی شَفاعت ہو گی جو **بِاِذْنِہٖ** کی انعام یافتہ ہو گی۔ اس روز عالمین کو پرورش کرنے والا اپنے آخری پیام بر پر نازاں ہو گا اور گمراہ کرنے والا شرمندہ و خجل ہو گا۔ شَفاعت کے لیے اذن دینے والا رحمان و رحیم ہو گا۔ انسانیت تمام تر "**اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ**" اور **مَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ** میں دائمی طور پر تقسیم ہو چکی ہو گی۔ اور سورۃ الفاتحہ کا ورود ہر کوئی اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہو گا۔

اے اللہ! انسانوں کو سورۃ الفاتحہ کا ادراک دے اور ان کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

۱۹۹۶ء کے خاص نمبر

جنوری	لُطف بریلوی کی نعت
فروری	نعت ہی نعت (حصۂ ششم)
مارچ، اپریل	نعت نمبر (اردو نعتیہ شاعری کا اِنسائیکلوپیڈیا۔ حصۂ اوّل)
مئی	ہجرتِ مصطفیٰ ﷺ
جون	سرکار ﷺ دی سیرت (پنجابی)
جولائی	حضور ﷺ کے لئے لفظ "آپ" کا استعمال
اگست	ظہورِ قُدسی
ستمبر، اکتوبر	نعت نمبر (اُردو نعتیہ شاعری کا اِنسائیکلوپیڈیا۔ حصۂ دُوُم)
نومبر	مجھے اُن ﷺ سے پیار ہے۔
دسمبر	اٹک کے نعت گو

آیندہ شمارہ جنوری ۱۹۹۷ء **شہرِ کرم**

پروفیسر مُنیر الحق کعبی کی توبہ

"میں اپنی تالیف "سلامِ رِضا، تضمین، تفہیم اور تجزیہ" میں راہ پانے والی کتابت کی غلطیوں کے سلسلے میں اپنی تمام دانستہ و نادانستہ، پوشیدہ اور اعلانیہ، ظاہری اور باطنی، تقریری اور تحریری، غلطیوں، خامیوں اور کوتاہیوں ـ ـ ـ، غرض ہر قسم کے قصُوروں سے استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضُور توبہ کرتا ہوں۔

میں نے اپنی پوری کوشش کی تھی کہ کہیں املا یا الفاظ کے در و بست میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ بڑی مشقت سے پروف پڑھے تھے۔ اس کے باوجود غلطیاں راہ پا گئی ہیں، اور وہ غلطیاں بہر صُورت میری ہیں، اس لیے اِن تمام اغلاط سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول [ﷺ] کی بارگاہ میں توبہ و رجوع کرتا ہوں۔

امید ہے کہ خداوندِ عظیم و برتر اِس خطاوار کی توبہ قبول فرماتے ہُوئے معاف فرما دے گا"۔

منیر الحق کعبی بہل پوری
گڑھی احمد آباد۔ گجرات

****

ماہنامہ "نعت" لاہور

۱۹۸۸ کے خاص نمبر

ماہ	موضوع
جنوری	حمدِ باری تعالیٰ
فروری	نعت کیا ہے؟
مارچ	مدینۃ الرسول ﷺ (اول)
اپریل	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (اول)
مئی	مدینۃ الرسول ﷺ (دوم)
جون	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (دوم)
جولائی	نعتِ قدسی
اگست	غیر مسلموں کی نعت (اول)
ستمبر	رسول ﷺ نمبروں کا تعارُف (اول)
اکتوبر	میلادُ النبی ﷺ (اول)
نومبر	میلاد النبی ﷺ (دوم)
دسمبر	میلاد النبی ﷺ (سوم)

۱۹۹۰ کے خاص نمبر

ماہ	موضوع
جنوری	حسن رضا بریلوی کی نعت
فروری	رسول ﷺ نمبروں کا تعارُف (سوم)
مارچ	درود و سلام (چہارم)
اپریل	درود و سلام (پنجم)
مئی	درود و سلام (ششم)
جون	غیر مسلموں کی نعت (سوم)
جولائی	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (چہارم)
اگست	وارثیوں کی نعت
ستمبر	آزاد بیکانیری کی نعت (اول)
اکتوبر	میلادُ النبی ﷺ (چہارم)
نومبر	درود و سلام (ہفتم)
دسمبر	درود و سلام (ہشتم)

۱۹۸۹ کے خاص نمبر

ماہ	موضوع
جنوری	لاکھوں سلام (اول)
فروری	رسول ﷺ نمبروں کا تعارف (دوم)
مارچ	معراجُ النبی ﷺ (اول)
اپریل	معراج النبی ﷺ (دوم)
مئی	لاکھوں سلام (دوم)
جون	غیر مسلموں کی نعت (دوم)
جولائی	کلامِ ضیاء القادری (اول)
اگست	کلامِ ضیاء القادری (دوم)
ستمبر	اردو کے صاحبِ کتاب نعت گو (سوم)
اکتوبر	درود و سلام (اول)
نومبر	درود و سلام (دوم)
دسمبر	درود و سلام (سوم)

۱۹۹۱ کے خاص نمبر

ماہ	موضوع
جنوری	شہیدانِ ناموسِ رسالت (اول)
فروری	شہیدانِ ناموسِ رسالت (دوم)
مارچ	شہیدانِ ناموسِ رسالت (سوم)
اپریل	شہیدانِ ناموسِ رسالت (چہارم)
مئی	شہیدانِ ناموسِ رسالت (پنجم)
جون	غریب سہارنپوری کی نعت
جولائی	نعتیہ مُسدس
اگست	فیضانِ رضا
ستمبر	عربی ادب میں ذکرِ میلاد
اکتوبر	سراپائے سرکار ﷺ
نومبر	اقبال کی نعت
دسمبر	حضور ﷺ کا بچپن

ماہنامہ "نعت" لاہور

۱۹۹۲ کے خاص نمبر

جنوری	نعتیہ رباعیات
فروری	آزاد بیکانیری کی نعت (دوم)
مارچ	نعت کے سائے میں
اپریل	پیر کے دن کی اہمیت (اول)
مئی	پیر کے دن کی اہمیت (دوم)
جون	پیر کے دن کی اہمیت (سوم)
جولائی	غیر مسلموں کی نعت (چہارم)
اگست	آزاد نعتیہ نظم
ستمبر	سیرتِ منظوم
اکتوبر	سراپائے سرکار (دوم)
نومبر	سفرِ سعادت، منزلِ محبت (اول)
دسمبر	سفرِ سعادت، منزلِ محبت (دوم)

۱۹۹۳ کے خاص نمبر

جنوری	۹۲ (قطعات)
فروری	عربی نعت اور علامہ نبہانیؒ
مارچ	ستار وارثی کی نعت گوئی
اپریل	حضور ﷺ اور بچے
مئی	حضور ﷺ کے سیاہ فام رفقا
جون	زائرِ مدینہ بہزاد لکھنوی کی نعت
جولائی	تسخیرِ عالمین اور رحمۃ للعالمین (اول)
اگست	تسخیرِ عالمین اور رحمۃ للعالمین (دوم)
ستمبر	رسول ﷺ نمبروں کا تعارف (چہارم)
اکتوبر	نعت ہی نعت
نومبر	یا رسول اللہ ﷺ
دسمبر	حضور ﷺ کی رشتہ دار خواتین

۱۹۹۴ کے خاص نمبر

جنوری	محمد حسین فقیر کی نعت
فروری	نعت ہی نعت (دوم)
مارچ	تضمینیں
اپریل	حضور ﷺ کی معاشی زندگی
مئی	اختر الحامدی کی نعت
جون	مدینۃ الرسول ﷺ (سوم)
جولائی	شیو آبریلوی اور جمیل نظر کی نعت
اگست	دیارِ نور
ستمبر	بے چین رجپوری کی نعت
اکتوبر	نعت ہی نعت (سوم)
نومبر	نور علیٰ نور
دسمبر	معراج النبی ﷺ (سوم)

۱۹۹۵ کے خاص نمبر

جنوری	حضور ﷺ کی عاداتِ کریمہ
فروری	استغاثے
مارچ	نعت ہی نعت (چہارم)
اپریل	نعت کیا ہے؟ (دوم)
مئی	نعت کیا ہے؟ (سوم)
جون	نعت کیا ہے؟ (چہارم)
جولائی	خواتین کی نعت گوئی
	(اشاعتِ خصوصی)
ستمبر	نعت ہی نعت
اکتوبر	کانی کی نعت
نومبر	غیر مسلموں کی نعت گوئی
دسمبر	انتخاب نعت

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۲۹۱

ماہنامہ نعت لاہور

جنوری ۱۹۸۸ سے
باقاعدہ اشاعت

نعت
معراج النبی
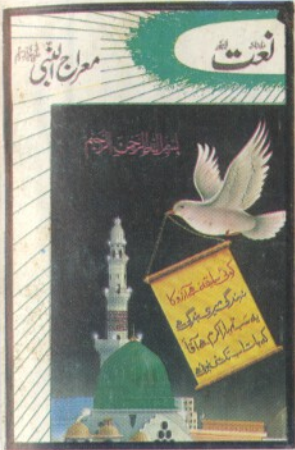
ہر شمارہ ۱۱۲ صفحات

سال میں تین خصوصی اشاعتیں
(چار چار سو صفحات سے زائد)

ہر ماہ چار رنگا
خوبصورت سرورق

خوبصورت کتابت
اور کمپوزنگ
معیاری طباعت
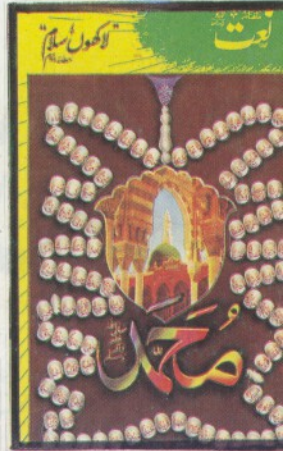
اب تک
۱۹۵۲ صفحات
چھپ چکے ہیں

فی شمارہ: ۱۵ روپے
اشاعت خصوصی: ۶۰ روپے
زرِ سالانہ: ۲۰۰ روپے

اظہر منزل
نیو شالامار کالونی
ملتان روڈ لاہور۔